اخبار احمدیہ

قادیان ۸ ؍ جون ۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت سے متعلق انبالہ سے موصولہ شدہ ۵ ؍ جون بوقت ۱½ بجے صبح کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ

کل دن بھر حضور کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی رہی لیکن شام کو کچھ ضعف کی شکایت رہی اس وقت طبیعت بہتر ہے ۔

احباب حضور انور کی صحت کاملہ و عاجلہ اور درازی عمر کے لئے التزام سے دعائیں جاری رکھیں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کو صحت کاملہ عطا فرمائے ۔ آمین ۔

قادیان ۸ ؍ جون بوقت ۶½ بجے شام محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد سلمہ اللہ تعالیٰ اور سب بچے اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے ہیں ۔ البتہ محترمہ بیگم صاحبہ مرزا وسیم احمد صاحب کو کل صبح اچانک تیز بخار کی شکایت ہو گئی ۔ مگر آج افاقہ ہے ۔ اس وقت درجہ حرارت ۹۹ ہے ۔

احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے محترمہ موصوفہ کو اپنے فضل سے جلد صحت عطا فرمائے ۔ آمین ۔

کلکتہ میں جلسۂ یوم خلافت

مقامی سہولت کے پیش نظر جماعت احمدیہ کلکتہ کی طرف سے مورخہ ۳۰ ؍ مئی بروز اتوار جلسۂ یوم خلافت منعقد ہوا ۔ یہ جلسہ مسجد احمدیہ میں بعد نماز عصر زیر صدارت مکرم جناب مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل شروع ہوا ۔ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا ۔ جو میاں منیر احمد صاحب باقی نے کی ۔ بعدہٗ خاکسار نے درثمین میں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منظوم کلام ”اُٹھو کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیح“ میں سے چند اشعار سنائے ۔ بعدہٗ صاحب صدر نے افتتاحیہ رنگ میں کہا کہ آج ہم جلسۂ یوم خلافت منا رہے ہیں ہمیں چاہئیے کہ اس جلسہ میں جو جو تقاریر ہوں غور سے سنیں اور اپنے ذہنوں میں بٹھالیں ۔ اس کے بعد تقاریر کا آغاز ہوا ۔ سب سے پہلی تقریر ”خلافت کی اہمیت“ پر مکرم سید مسعود احمد صاحب کٹکی نے کی ۔ آپ نے مختصر سی تمہید کے بعد بتایا کہ خلافت دراصل ایک نعمت ہے جو قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جاتی ہے ۔ اور یہ نعمت اسی وقت تک رہتی ہے جب تک قوم اس کی قدر کرے ۔ اس سلسلے میں آپ نے خلافت راشدہ کے بعض حالات تاریخ سے پیش کئے کہ کس طرح پہلے خلافت راشدہ قائم ہوئی تو مسلمانوں نے ترقی کی جب ان میں نظام خلافت نہ رہا تو پراگندگی پیدا ہو گئی پھر اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں اس نعمت سے دوبارہ سرفراز فرمایا ہے ۔ ہمیں کوشش اور دعا کرنی چاہیئے کہ خدا تعالیٰ ہمیں ہمیشہ مومن باخلافت بنائے رکھے ۔ آمین ۔

دوسری تقریر ”خلافت احمدیہ کا قیام اور اس کا پس منظر“ کے موضوع پر مکرم جناب محمد نور عالم صاحب ایم ۔ اے نے کی ۔ آپ نے بتایا کہ کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو خلافت کے قیام پر متفق کیا ۔ اور تمام احمدی حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت حقہ سے وابستہ ہوئے ۔ آپ نے حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ کے زمانے کے متعدد فتنوں اور شورشوں کے اُٹھنے اور ناکام رہنے کا بالتفصیل ذکر کیا اور بتایا کہ چونکہ خلیفہ خدا بناتا ہے اس لئے اس کو کوئی معزول نہیں کر سکتا ۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے مقرر نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خلافت اور اس پر پیغامیوں کی یورش اور مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کا خلافت ثانیہ سے برگشتگی نیز حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خلافت پر متمکن ہونے سے لیکر اب تک کی چیدہ چیدہ خصوصی باتوں کا ذکر کرنے کے بعد بتایا کہ آپ کے زمانے میں کس طرح تبلیغ اسلام دنیا کے چاروں کونوں میں پھیلی یہ سب اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے قائم کردہ سچے خلیفہ ہیں ۔ نیز آپ نے بتایا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے خلافت ثانیہ کا قیام فرمایا ہے ۔ اس وقت سے لے کر اب تک آپ نے جس رنگ میں جماعت کو سنبھالا ہے اور ہر قدم پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید و نصرت کی ہے یہ بہت بڑا ثبوت ہے اس بات کا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے بنائے ہوئے خلیفہ ہیں ۔ اور یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زندگی کے مختلف ادوار کو تاریخ کے اہم واقعات سے ایک مناسبت ہے ۔

اس کے بعد میاں منظور احمد صاحب باقی قائد مجلس خدام الاحمدیہ کلکتہ نے حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے منظوم کلام ”دُرِّ عدن“ میں سے ایک نظم جس کا مطلع ہے ”نہ رُکے را ہ میں مولا شتاب جانے دے“ بڑی خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی ۔

بعدہٗ تیسری تقریر ”خلافت راشدہ“ کے موضوع پر مکرم میاں ظفر احمد صاحب نیشنل ٹیچر نے کی ۔ آپ نے اپنی تقریر میں بتایا کہ خلافت قومی وحدت کے لئے ایک زبردست بنیاد ہے ۔ اور بغیر خلافت کے ہم کوئی ترقی نہیں کر سکتے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں میں خلافت راشدہ کا اجراء ہوا ۔ مقرر نے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت راشدہ کے بعض اہم واقعات بیان کئے کہ کس طرح یہ خلفاء راشدین اپنے مقاصد میں کامیاب و کامران ہوئے ۔ بعدہٗ عزیز نور الدین ابن سیف الدین صاحب نے ایک نظم پڑھ کر سنائی ۔

اس کے بعد چوتھی تقریر ”خلافت“ کے موضوع پر مکرم ماسٹر مشرق علی صاحب ایم ۔ اے نے

(باقی صفحہ پر)

جلسہ سالانہ قادیان کی تاریخوں میں تبدیلی

امسال جلسہ سالانہ ۱۱ ۔ ۱۲ ۔ ۱۳ ؍ دسمبر کی تاریخوں میں منعقد ہوگا

رمضان المبارک کی وجہ سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری و اجازت سے امسال قادیان کے جلسہ سالانہ کی تاریخیں ۱۱ ۔ ۱۲ اور ۱۳ ؍ دسمبر رکھی گئی ہیں ۔

لہٰذا جملہ پراونشل امراء و عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان اور مبلغین کرام سے درخواست ہے کہ وہ احباب جماعت کو ابھی سے جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۶۵ء کی تاریخوں سے مطلع کر دیں تاکہ ہر دوست کو علم ہو جائے اور احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں ۱۱ ۔ ۱۲ اور ۱۳ ؍ دسمبر کی تاریخوں میں جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت فرما کر اس روحانی اجتماع کی عظیم الشان برکات سے مستفید ہو سکیں ۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

اصلاح الدین ایم ۔ اے پرنٹر و پبلشر ۔ نیو زاہ آرٹ پریس امرتسر میں چھپا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا ۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان۔ مورخہ ۱۰ر جون ۱۹۶۵ء

قادیان والوں سے پوچھو قادیان والے کی شان!

سورۂ نور کی آیت استخلاف میں جہاں سچے باعمل مومنوں کو نعمت خلافت عطا کئے جانے کا وعدہ بڑے ہی تاکیدی الفاظ میں مذکور ہے تو آیت کریمہ کے اختتام میں منکرین خلافت کے عبرتناک انجام پر بھی بڑے ہی جامع الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون

یعنی جو اس نعمت عظمیٰ سے منہ موڑ لیتے ہیں تو سمجھ لو کہ وہ فاسقوں کا طبقہ ہے۔ یہ فاسق کون ہیں؟ اس کی تشریح و توضیح بھی خود قرآن کریم نے دوسری جگہ پہلے سپارہ میں یوں کی ہے (کما قیل ان القرآن یفسر بعضہ بعضاً) کہ الذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ویفسدون فی الارض۔ فرمایا فاسق وہ ہیں جو پختہ عہد کر لینے کے باوجود اسے توڑتے ہیں۔ اور اپنے کردار سے اس بات کا ثبوت پیش کرنے لگتے ہیں کہ بعض قسم کے تعلقات جن کی استواری خدا کو منظور تھی ان سے قطع تعلق کرنے لگتے ہیں۔ اور اطاعت و فرمانبرداری کا جوا گردنوں سے اتار پھینکنے کے سبب فتنہ و فساد کی طرح ڈالتے ہیں۔

یہ ہے وہ نقشہ جو بڑے ہی جامع طریق پر منکرین خلافت کے انجام کا بیان کر دیا گیا ہے جس طرح کہتے ہیں کہ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے انسان کو اور بہت سے جھوٹ بولنے پڑتے ہیں یہی حالت عصر حاضر کے منکرین خلافت کی ہے۔ ان لوگوں نے صرف خلافت ہی کا انکار نہیں کیا بلکہ اس کے نتیجہ میں ان کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس نبوت شان کا بھی انکار کرنا پڑا جو حضور کے عقیدت مند خوش قسمتی سمجھتے رہے اور اس پر ان کی تحریریں آج بھی زندہ ثبوت پیش کر رہی ہیں۔ نہ صرف ... اور درجہ کو کم کر کے پیش کرنے کے مرتکب ہو گئے بلکہ ان کی گستاخی یہاں تک پہنچی کہ کفر و اسلام کا مسئلہ کھڑا کر کے مسیح موعود کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا اور اسی طرح دھوکہ دینا چاہا جو منافقوں کے طریق پر مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کو دینا چاہتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے موجوں کی تہ ... اس فریب سے جو بنایا گیا وہ خود ہی اس کا شکار ہو کر رہ گئے!!

سب سے پہلے اندر ہی اندر ان لوگوں نے سیدنا حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خلافت کی شان میں گستاخی کے لئے پر نکالنے شروع کئے جس پر آپ نے انہیں ایسی ناپسندیدہ کارروائیوں سے باز رہنے کی متعدد بار وارننگ دی۔ اور وقتاً فوقتاً سخت ڈانٹ پلائی حتیٰ کہ ایک موقعہ پر تو بارگاہ خلافت سے انہیں بیعت خلافت کی تجدید کا حکم صادر ہوا اور ظاہری رکھ رکھاؤ کی خاطر ان کو بیعت کرنا ہی پڑی۔ یہ سب باتیں سلسلہ کے اخبارات وغیرہ میں اب تک محفوظ ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے تہدید آمیز خطبات ان لوگوں کی قلعی کھولنے کے لئے کافی ہیں۔

خلافت اولیٰ کے زمانہ کے بعد تو یہ لوگ خوب کھل کھیلے اور دبے ہوئے کینے باہر نکل آئے۔ وہ خلافت جس کے لئے خود انہیں کے دستخطوں سے اخبارات میں اعلان شائع ہوتے رہے تھے۔ اور جسے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے عین مطابق قرار دیا گیا تھا۔ اس سے اس طرح صاف نکل باہر ہوئے جس طرح سانپ اپنی کینچلی بدل لیتا ہے۔ انہوں نے اس پاکیزہ عہد کی کچھ پرواہ نہ کی جو اولاً سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اجمالی رنگ میں اور پھر سیدنا حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بحیثیت خلیفۃ المسیح بیعت کر کے کیا۔ دوسری خلافت کے شروع ہوتے ہی ان پر خلافت کی عدم ضرورت منکشف ہو گئی اور لگے اس کے خلاف منصوبہ بازی کرنے اور نظام خلافت کے خلاف اپنی تمام تر کوششوں کو بروئے کار لانے لگے۔ لیکن ان کوششوں کے علی الرغم اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ذریعہ خلافت احمدیہ کو ایسا استحکام بخشا کہ مخالف اُن کے "کم عمر بچہ" کے سامنے ان معمر اور جہاں دیدہ اہل الرائے کی کچھ پیش نہ چل سکی۔ در اصل یہ خدا تعالیٰ کی نصرت اور غیر معمولی تائید ہی تھی جو اس نے اپنے بندے سیدنا حضرت محمود ایدہ اللہ الودود کو برحق خلیفہ بنا کر قدم قدم پر کی۔ حتیٰ کہ وہ شخص جس نے خلافت ثانیہ سے منہ موڑ کر قادیان کی مقدس سرزمین کو چھوڑا اور لاہور میں ایک علیحدہ جماعت بنا لی وہ بھی باوجود شدید خواہش کے زندگی کے آخری دم تک ایک واجب الاطاعت امام مسلمہ کے ماننے کی حیثیت کو پورا نہ کر پائے۔

ان لوگوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی تحریرات، ملفوظات اور توضیحات کے برعکس حضور کے اعلیٰ و ارفع مقام نبوت و رسالت کو کم کرنے کی کوشش کی اور آپ کے دعوائے نبوت کا سرے سے انکار ہی کر بیٹھے! حالانکہ یہ وہ عقیدہ تھا جس پر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں جب تک انہیں قادیان سے وابستگی رہی خود بھی اسی عقیدہ پر قائم رہے اور اسی کی دعوت بھی دیتے رہے لیکن جونہی ان کا قادیان سے تعلق ٹوٹا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان میں بھی کمی کرنے لگے۔ وہ ان حقائق کو بھول گئے یا انہیں عمداً پس پشت ڈال دیا جو اس سلسلہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ جماعت احمدیہ کے سامنے تھے۔ مثلاً یہ کہ

(۱) سورۃ جمعہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر ہے۔ پہلی بعثت میں آپ نے بذات خود بڑی ہی شان کے ساتھ تلاوت آیات، تزکیہ نفوس، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت کے کام سرانجام دیئے دوسری بعثت میں آپ سے بعد کمال اور ظل کامل آخرین کی جماعت میں انہیں فرائض کی سرانجام دہی کے لئے حضرت بروز مقرر کی ہے جس کے متعلق خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وضاحت فرمادی کہ لوکان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل من ھٰؤلاء کاش غیر مبائعین حضرات سورۃ جمعہ کی ان ابتدائی آیات پر محض بالطبع ہی کر غور کریں اور خاص طور پر و آخرین منھم لما یلحقوا بھم کے مبارک الفاظ میں سے حرف "واو عاطفہ" کے جامع معانی پر تدبر کی نگاہ ڈالیں کہ اس واو نے بجائے خود بشارۃ النص کے طور پر آخرین کی جماعت میں بھی رسول منہم کی بعثت کا ثبوت دیا ہے پھر جب یہ مبارک وجود آیا ان لوگوں نے اس کو مان بھی لیا مگر صد افسوس کہ بعد میں اس کے اصل مقام اور مرتبہ کو گھٹانے لگے!!

(۲) آنے والے مسیح موعود کو ایک ہی حدیث میں سیدنا حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے چار بار "نبی اللہ" کے نام سے یاد فرمایا۔

(۳) خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے الہامات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی اور رسول کے واضح الفاظ سے پکارا۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کر دوں یا اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں۔"

(ایک غلطی کا ازالہ)

اسی جگہ آگے چل کر مزید وضاحت کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا؟"

(ایک غلطی کا ازالہ)

(۴) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت مندرجہ رسالہ الوصیت کو نہایت بے باکی سے ان لوگوں نے پس پشت ڈالا جس میں حضور نے اپنے بعد سلسلہ خلافت کے جاری رہنے کی بصورت وصیت تاکید کی تھی اور خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ کی مثال دے کر واضح کیا تھا۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بلا سلسلہ خلافت قائم ہوا آپ کی وفات کے بعد بھی ایسا ہی مقدّر ہے۔

عجیب بات ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے رفقاء خلافت اولیٰ تک تو ان سب وصایا پر سر تسلیم خم کرتے رہے۔ اور دیگر افراد جماعت کو بھی اسی کی تلقین کرتے رہے اور اسی طرف دعوت دیتے رہے مگر خلافت ثانیہ کے شروع ہوتے ہی اس سے منحرف ہو گئے!!

(۵) پھر یہ بھی جادہ مستقیم سے منحرف ہونے کا ثبوت ہے کہ یہ لوگ سورۃ صف میں مذکور "احمد رسول" والی پیشگوئی کا مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قرار نہیں دیتے اور صاف کہتے ہیں کہ آپ "احمد" نہ تھے (جیسا کہ اخبار پیغام صلح ۲۴ر مئی ۱۹۶۵ء کے خاص پرچہ میں اس عنوان سے شائع شدہ ایک مفصل مضمون میں اسی کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے۔ اگرچہ یہ بات درست ہے کہ اصل و بالذات مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں مگر تمام حالات اور تفصیل پر نگاہ رکھنے والا کوئی شخص بھی ان حقائق

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

خطبہ جمعہ

ہر فرد جماعت اچھی طرح سمجھ لے کہ دین کی خدمت ہی اس کا اصل کام ہے

جماعت کے نوجوان آگے آئیں اور اپنے آپ کو اسلام کی خدمت کے لئے پیش کریں

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۹ رجنوری ۱۹۴۵ء بمقام قادیان

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

ہمارا کام مذہبی ہے

اور ہم اپنی زندگیاں اس مطمح نظر کے لئے وقف کر چکے ہیں۔ جو مطمح نظر ہمارا ہے ایمان اور ہمارے یقین کے مطابق خدا تعالیٰ نے ہمارے سامنے رکھا ہے مخالف ہمارے عقیدہ اور خیال کو تسلیم کریں یا نہ کریں۔ لوگ ہماری باتوں کو مانیں یا نہ مانیں۔ بہرحال اس بات کو تو وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ہر انسان اپنے عقیدہ کے مطابق عمل کرتا ہے پس

ہمارا عقیدہ

یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی روحانی اور اخلاقی زندگی کا کام ہمارے سپرد کیا ہے تو ہم اپنے اس مقصد کو بھلا کر جو خدا تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے اپنی توجہ کسی اور طرف کس طرح پھیر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ

ہماری جماعت کے لوگ

ملازمتیں بھی کرتے ہیں۔ ہماری جماعت کے لوگ تجارتیں بھی کرتے ہیں۔ ہماری جماعت کے لوگ صنعت و حرفت بھی کرتے ہیں۔ ہماری جماعت کے لوگ زمینداریاں بھی کرتے ہیں اور ہماری جماعت کے لوگ مزدوریاں بھی کرتے ہیں۔ سب کچھ کرتے ہیں لیکن دنیا میں اگر ایک کام مجبوری کے طور پر اور گزارے کے لئے کیا جائے۔ تو اس کے یہ معنے نہیں کہ چونکہ اصل مقصد کے سوا تم اپنے گزارے کے لئے کام کرتے ہو۔ اس لئے کوئی اور کام بھی کرو۔ انسان

صرف ایک حد تک

ہی اپنے اوقات اور اپنی توجہ خرچ کر سکتا ہے۔ ایک شخص اگر اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے گزارہ کے لئے اپنے اوقات کا ایک حصہ دنیا کمانے پر صرف کرتا ہے تو اس کے یہ معنے نہیں کہ وہ دنیا کے اور بھی تمام کام کر سکتا ہے۔ یہ بات ہی غلط ہے کہ ہر انسان۔ ہر ڈاکٹر۔ ہر طبیب۔ ہر صناع ہر تاجر۔ ہر زمیندار اور ہر مزدور اپنے گزارہ کے لئے کام کرنے کے علاوہ دوسرے سارے کام بھی کر سکتا ہے۔ پس کسی ایک کام کو معیشت کمانے کے لئے اختیار کرنا اور بات ہے لیکن یہ کہ ہر شخص دنیا کے سارے کاموں میں حصہ لے یہ بالکل اور بات ہے پس ہماری جماعت کے سامنے جو مقصد ہے اس کو پورا کرنے کے لئے اسے ایک خاص قسم کے دوسرے تمام کاموں سے الگ رہنا پڑے گا۔ جو کام انسان کے اوقات کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور اسے اہم کام کے قابل نہیں رہنے دیتے۔ سیاسی لوگ سیاسیات میں ہی حصہ لے سکتے ہیں تعلیم والے تعلیم دینے پر ہی اپنے اوقات صرف کر سکتے ہیں اور پیشہ ور اپنے پیشہ میں ہی وقت لگا سکتے ہیں۔ اور کسی دوسرے کام کے لئے وقت نکالنا ان کے لئے ممکن نہیں ہوتا اگر ممکن ہو سکتا تو ہماری جماعت کو پورے طور پر

دین کے کاموں میں

لگ جانا چاہئے تھا لیکن چونکہ یہ ناممکن ہے اور ہمارے پاس ایسے ذرائع نہیں کہ ہر انسان کے کھانے پینے اور اس کے گزارہ کا ہم انتظام کر سکیں۔ اور اپنا اس کمزوری کا ہمیں اقرار ہے کہ ہماری جماعت میں ابھی وہ ایمان پیدا نہیں ہوا کہ ہر شخص کھانے پینے اور اپنی دوسری

دنیوی ضروریات سے بے نیاز

ہو کر دین کے کاموں میں لگ جائے۔ اس لئے مجبوراً ہماری جماعت کے لوگوں کو کچھ اس کمزوری کی وجہ سے اور کچھ ۔۔۔ قانون کے ماتحت اپنے گزارہ کے لئے کام کرنا پڑتا ہے لیکن اگر اس کے علاوہ ساتھ ہی سارے اور کاموں میں بھی لگ جائیں تو اتنی وسیع دنیا میں تبلیغ کا کام کس طرح ہو سکے گا۔ اگر ہم ایمان میں پختہ ہیں۔ اگر ہمارے اندر یقین اور روتق ہے اگر ہم نے دین کا کام کرنا ہے جس کا ہم منہ سے دعوے کرتے ہیں تو لازمی بات ہے کہ جب تک ہم اپنے وقت

دین کی خدمت کیلئے

نہ لگائیں گے اس وقت تک ہمارے منہ کے کہنے سے کچھ نہیں بن سکتا اور ہم اس کام سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ کسی احمدی کا یہ خیال کرنا کہ علاوہ اپنی روزی کمانے کے اور دین کا کام کرنے کے وہ سیاسیات اور دوسرے کاموں کے لئے بھی وقت نکال سکتا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ اگر واقعہ میں ایک احمدی سنجیدگی سے غور کرے تو اس کو اپنے تمام اوقات ضروریات کے مطابق اپنی روزی کمانے کے لئے اور باقی دین کے کاموں کے لئے صرف کرنے چاہئیں۔ آجکل تو کام اتنے ہیں کہ انسان اپنے دنیوی کاموں سے بھی فارغ نہیں ہوتا اور اسے اپنے کام میں اتنی محنت کرنی پڑتی ہے کہ اس کی جان نکل رہی ہوتی ہے۔ پہلے زمانہ میں اتنی محنت نہیں کرنی پڑتی تھی لیکن اس زمانہ میں

ہر کام میں مقابلہ

ہے۔ پہلے زمانہ میں دکاندار دکان پر بیٹھے مکھیاں مارتے تھے لیکن اس زمانہ میں دکاندار کو اتنی محنت سے کام کرنا پڑتا ہے کہ شام کو جب وہ اپنے کام سے واپس آتا ہے تو تھک کر نڈھال ہو چکا ۔۔۔ ہوتا ہے۔ اسی طرح پہلے زمانہ میں ملازمین دفتروں میں بیٹھے قلمیں گھوڑتے رہتے تھے لیکن اب یہ بات نہیں بلکہ اب ایک ملازم کو مسلسل چھ سات گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے اور جب وہ واپس آتا ہے تو کام کی وجہ سے اتنا چور ہو چکا ہوتا ہے کہ اسے کچھ دیر آرام کی ضرورت ہوتی ہے اور کچھ وقت اسے گھر کے لئے سودا سلف لانے پر بھی صرف کرنا پڑتا ہے۔ پھر اگر دین کے لئے کام کرنے کی بجائے وہ کسی اور کام کے لئے چلا جاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو احمدی کہتا کیوں ہے۔ آخر اس نے دین کو کیا فائدہ پہنچایا ہے کہ وہ اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے۔ اگر یہ نوکری کرتا ہے تو اس کی طاقت تو اس کی نوکری نے سلب کر لی۔ اگر یہ پیشہ ور ہے تو اس کی طاقت تو اس کے پیشہ نے سلب کر لی۔ اگر یہ مزدور ہے تو اس کی طاقت مزدوری نے سلب کر لی اور یہ اپنے کام سے چور ہو کر تھکا ماندہ گھر آتا ہے۔ اب اگر کھانے پینے آرام کرنے اور سونے کے بعد اس کے پاس گھنٹہ دو گھنٹے نہایت قلیل وقت بچتا ہے جس میں یہ دین کا کوئی کام کر سکے لیکن یہ اس وقت کو بھی کسی اور کام میں صرف کر دیتا ہے تو پھر اس کا اپنے آپ کو احمدی کہنا کیا معنے رکھتا ہے۔ جب اس کے اوقات میں

خدا تعالیٰ کا کوئی خانہ

خالی ہی نہیں تو پھر اس کو خدا کے سپاہیوں میں داخل ہونے کی ضرورت کیا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ احمدیوں میں ابھی کئی ہیں جن کا ایمان راسخ نہیں کہ وہ اپنے اوقات دین کے لئے صرف کریں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ آپ نے دین کا کیا کام کیا ہے تو ان میں سے بمشکل پانچ فی صدی یا دو فیصدی ایسے ہوں گے جو یہ کہیں کہ ہم نے دین کا فلاں کام کیا ہے۔ باقی سارے کے سارے ایسے ہوں گے جو یہ کہیں گے کہ ہمیں فرصت نہیں ملتی کہ کوئی کام کریں۔ پس اول تو یہی حالت

نہایت خطرناک

ہے کہ جماعت کے اکثر افراد ایسے ہیں۔ جو دین کی خدمت کے لئے وقت نہیں نکال رہے وہ بھی اگر اپنی توجہ اور کاموں کی طرف پھیر دیں۔ تو اس کے معنے ہوں گے کہ جماعت میں دین کا کام کرنے والا کوئی نہ رہے اور اس کام کے لئے صرف سلسلہ رہ جائیں اور جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ دین کا کام صرف مبلغوں کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے اس کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔

ابھی ہماری جماعت میں اس کام کے لئے بیداری پیدا نہیں ہوئی اور اس بیداری پیدا نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پاس اتنے مربی نہیں جو

جماعت کو بیدار کریں

اور جو تبلیغ کے لئے نئے نئے راستے سوچیں کریں۔ حقیقی تبلیغ تو قرآن مجید ہی سے ہو سکتی ہے۔ خدا تعالےٰ نے قرآن مجید ہی فرمایا ہے کہ جاھدھم بہ جھادا کبیرا یعنی عظیم الشان جہاد قرآن مجید کے ذریعہ سے ہی ہو سکتا ہے۔ مگر کسی شخص کو یہ معلوم ہی نہیں کہ قرآن مجید میں کیا لکھا ہے تو وہ تبلیغ کیا کرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری جماعت میں قرآن مجید سیکھنے کا شوق ہے۔ اس دفعہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر

عورتوں میں تقریر

کرتے وقت میں نے کہا کہ جو عورتیں قرآن مجید کا ترجمہ جانتی ہیں وہ کھڑی ہو جائیں۔ تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ کتنی عورتیں ہیں جنہیں قرآن مجید کا ترجمہ آتا ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ ایک یا دو فی صدی عورتیں قرآن مجید کا ترجمہ جانتی ہوں گی مگر میری حیرت کی حد نہ رہی کہ تقریباً دس فی صدی عورتیں کھڑی ہو گئیں۔ جو قرآن مجید کا ترجمہ جانتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں

قرآن مجید سیکھنے کی خواہش

تو ہے مگر جب تک وہ خواہش عملی جامہ نہ پہن لے۔ اس وقت تک صحیح تبلیغ کس طرح ہو سکتی ہے۔ اور اپنا ایمان کس طرح مضبوط ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید کے معنے ہی ایمان اور ایمان کے معنے ہیں۔ قرآن مجید بسم اللہ سے لے کر والناس تک سارے قرآن ایمانیات کی تشریح ہے۔ اگر کسی شخص کو قرآن مجید کا پتہ ہی نہیں۔ تو وہ کس طرح کہتا ہے کہ اس کے اندر ایمان پایا جاتا ہے۔ ایمان تو قرآن مجید کے مضمون کو ماننے کا نام ہے اگر ایک شخص اپنے کسی دوست سے کہے کہ میں تمہیں ایک بات بتاؤں گا ہوں تم وہ بات مان لو۔ اور وہ اس بات کو سنے بغیر ہی کہہ دے۔ کہ بہت اچھا میں نے تمہاری بات مان لی ہے۔ تو وہ یقیناً معقول آدمی نہ کہلا سکے گا۔ کیونکہ جب اس نے اس کی بات کو سنا ہی نہیں کہ وہ ہے کیا۔ تو ماننا کس چیز کو ہے۔

اسی طرح اگر ایک شخص قرآن مجید کو پڑھتا ہی نہیں۔ اس کے مضامین کو اپنے ذہن میں مستحضر نہیں کرتا اور ان پر غور نہیں کرتا۔ تو پھر یہ ایمان کس چیز پر لاتا ہے پس در حقیقت

قرآن مجید کو ماننے کا نام ایمان ہے

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر خدا تعالےٰ کی طرف سے جو وحی نازل ہوئی اس کو ماننے کا نام ایمان ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تو اس سے یہی معنے ہیں کہ جو باتیں خدا تعالےٰ نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہیں۔ اور ان سے متعلق جو تفصیلات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں۔ ان سب باتوں کو ہم مانتے ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ایک شخص یہ کہتا ہے کہ میں ان تمام باتوں کو مانتا ہوں لیکن وہ ان باتوں کو پڑھتا نہیں اور اسے معلوم نہیں کہ وہ کیا باتیں ہیں جنہیں وہ مانتا ہے۔ پس اگر ہماری جماعت اپنے نفس کی اصلاح کرنا چاہتی ہے۔ اگر ہماری جماعت اپنی روحانیت کو درست کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس کا قریب ترین مقصد یہ ہو کہ

سو فیصدی احمدی قرآن مجید جانتے ہوں

جب ہم ان مقاصد میں کامیاب ہو جائیں گے تب یہ امید ہو سکے گی کہ ہم اپنی اور اپنے گرد و پیش کی اصلاح کر سکیں۔ جب تک ہم اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوتے۔ اس وقت تک نہ ہم اپنے شیطان کو قتل کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی دوسروں کے کفر کو دور کر سکتے ہیں۔ پھر مبلغین اور بیت المال کے انسپکٹروں کا یہ کام ہے کہ جس جس جماعت میں وہ جائیں وہاں جا کر دیکھیں کہ جو آدمی پہلے سے پڑھ کر گئے تھے انہوں نے آگے کتنے آدمیوں کو قرآن مجید پڑھایا ہے۔ اگر اس سکیم پر عمل کیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ

چند سالوں کے اندر اندر

ہماری جماعت کے لوگ قرآن مجید جاننے لگ جائیں گے اور جب وہ قرآن مجید جاننے لگ جائیں گے تو پھر ان کی تبلیغ بھی مؤثر ہو سکے گی۔ اور ان کے اپنے ایمان بھی کامل ہو سکیں گے۔ آخر تم کیا سمجھتے ہو کہ دین کی خدمت کا کام کس نے کرنا ہے۔ اگر تم اپنی آمد کا سولہواں حصہ دے کر یا دسواں حصہ دے کر یا پانچواں حصہ دے کر یہ سمجھتے ہو کہ تم نے دین کی خدمت کر لی تو یہ غلط خیال ہے۔ دین کے لئے تمہیں یہ چیز بھی دینی پڑے گی۔ اور اپنی جانیں بھی دینی ہوں گی۔

اور

جانیں دینے کا بہترین طریق

یہ ہے کہ اپنی اولادوں کو دین کی خدمت کے لئے پیش کرو۔ کیا یہ خدا سے مذاق نہیں۔ کہ تم اس کے دین میں داخل ہو کر پھر دین کی خدمت سے جی چراتے ہو اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہو۔ کیا تم

خدا سے مذاق

کر کے اس کے عذاب سے محفوظ رہ سکتے ہو۔ جب تم دنیا کے کسی بادشاہ سے مذاق کر کے اس کی سزا سے محفوظ نہیں رہ سکتے تو خدا تعالےٰ سے مذاق کر کے پھر تم اس کے عذاب سے کس طرح محفوظ نہیں رہ سکتے ہو۔ مگر یہ کتنا مذاق ہے کہ تم خدا کے دین میں داخل ہوتے ہو۔ اور اس کے بعد دین کی خدمت سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم میں کئی ایسے ہیں جو پہلے

اپنے آپ کو وقف کرتے ہیں

اور پھر بھاگ جاتے ہیں کہ ہم نے غلط سمجھا تھا ہمیں پتہ نہیں تھا۔ کہ وقف کیا ہے۔ رات کو میرے پاس ایک شخص کا خط آیا جس میں اس نے لکھا ہے کہ مجھے پتہ نہیں تھا کہ وقف کرنے میں کتنی تنگی ہوگی۔ میں نے اس کا غلط مفہوم سمجھا۔ میں اپنا وقف واپس لیتا ہوں۔ حالانکہ وقف کرتے وقت جس فارم پر دستخط کئے جاتے ہیں۔ اس میں یہ سب باتیں لکھی ہوتی ہیں۔ کہ میں ہر قسم کی تنگی اور ہر قسم کی تکلیف برداشت کروں گا۔ اور گزارہ کے لئے جو کچھ مجھے ملے گا۔ اسے میں انعام سمجھوں گا۔ اور اسی میں گزارہ کروں گا۔ اور گزارہ نہ ملے تب بھی اپنا پیٹ پالنے کے لئے خود کوئی انتظام کروں گا۔ اب یہ ایمان ہے یا

بے ایمانی اور کفر

ہے پہلے ایک شخص اپنے آپ کو وقف کرتا ہے۔ اور یہ عہد کرتا ہے کہ میں دین کی خاطر ہر طرح کی تکلیف برداشت کروں گا۔ مگر پھر پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔ اور پھر یہ بھی کہتے کہ جنہوں نے اپنے آپ کو وقف کیا ہے ان کی تعداد بھی تو تسلی بخش نہیں خدا تعالےٰ نے تم سے تمہاری جانوں کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور وہ اس صورت میں کہ اپنی اولادیں دینے کے لئے تیار نہیں ہو گے تو خدا تعالےٰ تمہاری اولادیں شیطان کو دے جائیگا۔ یاد رکھو دنیا میں کسی کی اولاد اس کے پاس نہیں رہتی

اگر تمہاری اولاد

خدا کی ہو کر نہیں رہے گی۔ تو وہ شیطان کی ہو جائے گی۔ اگر تمہاری اولاد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں اپنی جانیں نہیں دے گی۔ تو وہ ابلیس کے راستہ میں مرے گی (والعیاذ باللہ) مگر موت بہر حال ہر ایک پر آتی ہے۔

پس اب وقت آگیا ہے کہ ہماری جماعت کا ہر ایک فرد حالات پر غور کرے اور اس بات کی طرف توجہ کرے۔ کہ ان میں سے جو بڑی عمر کے لوگ ہیں وہ

نئے سرے سے تعلیم

حاصل کیا کریں۔ وہ کتابیں ان کے لئے جو پڑھتے ہیں۔ اور وہ دوسرے جو پڑھے ہوئے ہیں۔

وہ آگے آئیں خدا نے آپ کو دین کی خدمت کے لئے وقف کریں۔ میں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں یہ کمزوری پائی جاتی ہے کہ روپیہ کے معاملہ میں اگر تعہد کیا ہوئے تو ہماری جماعت کے لوگ سستی کر جاتے ہیں۔ مثلاً تحریک جدید کے دس سالوں میں چندہ دینے کے بعد بعض تو ایسے ہیں جنہوں نے اپنے پہلے سالوں سے بھی زیادہ دینے کے وعدے کئے اور کئی ایسے ہیں جو

دس سال چندہ دینے کے بعد

اب تھک کر حصہ لینا چھوڑ چکے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ دراصل تو دس سالوں میں حصہ لینا ضروری تھا اب ضروری نہیں۔ حالانکہ خدا کے ہاں تو دس کا سوال ہی نہیں وہاں تو ضرورت کا سوال ہے۔ اگر ضرورت باقی ہے تو تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ

دیکھئے سر کار اس میں شرط یہ لکھی نہیں

اگر کوئی شخص خدا کے ساتھ شرطیں بدھتا ہے تو وہ عقل سے کام لیتا ہے عشق سے کام نہیں لیتا۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب مدینہ سے وفد آیا کہ وہ آپ کو اپنے ہاں لے جائے تو حضرت عباسؓ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے لیکن عمر کے لحاظ سے زیادہ فرق نہیں تھا۔ وہ صرف رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف ایک سال بڑے تھے۔ مگر دنیوی تجربہ رکھتے تھے تو جب وہ وفد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کو

مدینہ لے جانے کے لئے

آیا تو حضرت عباسؓ نے کہا۔ بھتیجے تمہیں دنیا کا تجربہ نہیں مجھے ساتھ لے چلو تا میں ان لوگوں سے شرط کر لوں کہ وہ تمہاری حفاظت کریں گے چنانچہ وہ آپ کے ساتھ گئے۔ اور اس وفد سے کہنے لگے کہ تم ان کو یہاں سے لے جاتے ہو۔ تو ان کے ساتھ عہد کرو کہ تم وہاں ان کی حفاظت کرو گے۔ اور اگر کوئی مدینہ میں ان پر حملہ کرے گا۔ تو تم ان کا مقابلہ کرو گے یہاں تو خواہ کچھ بھی ہو۔ اور لوگ کتنی مخالفت کریں۔ پھر بھی ہم ان کے بچاتے ہیں۔ اگر کسی کے دل میں ان پر حملہ کرنے کا خیال آتا ہے تو وہ ان کو بالکل اکیلا نہیں سمجھتا بلکہ اسے اس کے دس پندرہ رشتہ دار بھی نظر آتے ہیں۔ مگر

تمہارے علاقہ میں

تو یہ بالکل غیر ہوگا۔ اس لئے تم عہد کرو کہ اگر کوئی مدینہ میں حملہ آور ہوگا تو تم اس کے مددگار ہو گے اور دشمن کا مقابلہ کرو گے چنانچہ انہوں نے عہد کیا کہ اگر کوئی مدینہ میں آپ پر حملہ

گرے۔ تو ہم مدینہ کے لوگ اپنی جانیں قربان کر کے آپؐ کی حفاظت کریں گے۔ اس معاہدہ کے بعد آپؐ خدا تعالےٰ کے حکم کے مطابق مدینہ تشریف لے گئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد جب آپؐ کو خدا تعالےٰ کی طرف سے اطلاع ملی اور خدا تعالےٰ نے حکم دیا کہ تم اپنے ساتھیوں کو لے کر مدینہ سے باہر جاؤ۔ ہمارے لئے ایک کام مقدر کیا ہے۔ چاہے کفار کا قافلہ تمہارے سامنے آئے اور چاہے کفار کے لشکر سے مقابلہ ہو۔ چنانچہ کفار کے لشکر کے متعلق کمزور روایات تھیں جن کی بنا پر لشکر سے مقابلہ قطعی نہیں تھا۔ اس لئے بیشتر حصہ نے یہی سمجھا کہ قافلہ سے مقابلہ ہوگا۔ جو کوئی مشکل نہیں اور جس کے لئے زیادہ آدمیوں کی ضرورت نہیں۔ اس لئے تھوڑے سے صحابہؓ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ باہر آئے تھے۔ مختلف روایتوں میں ان کی مختلف تعداد بیان ہوئی ہے۔ جو تین سو ساٹھ سے تین سو تک کی ہیں۔ ان میں سے جو مشہور روایت ہے وہ

تین سو تیرہ

کی ہے۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ سے نکل کر تھوڑے فاصلہ پر گئے تو خدا تعالےٰ نے آپؐ کو قطعی علم دے دیا کہ مقابلہ لشکر سے ہی ہوگا قافلہ سے نہیں۔ اور یہ علم خدا تعالےٰ نے مدینہ ہی اس لئے نہ دیا تاکہ وہ مومنوں کی آزمائش کرے۔ تب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان تمام صحابہؓ کو جمع کیا جو آپؐ کے ساتھ تھے۔ اور آپؐ نے فرمایا۔ اے لوگو مجھے مشورہ دو کہ کیا کرنا چاہیئے کیونکہ اب مقابلہ قافلہ سے نہیں ہوگا۔ بلکہ دشمن کی فوج سامنے آئے گی مہاجرین میں سے ایک کے بعد دوسرا دوسرے کے بعد تیسرا یہ مشورہ دے رہے تھے کہ یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) اور کیا کرنا چاہیئے۔ ہم دشمن کا مقابلہ کریں گے لیکن جب ایک شخص مشورہ دے کر بیٹھتا تو آپؐ فرماتے اے لوگو مجھے مشورہ دو کیا کرنا چاہیئے۔ اور جب تیسرا شخص مشورہ دے کر بیٹھتا تو آپؐ پھر فرماتے۔ اے لوگو مجھے مشورہ دو کیا کرنا چاہیئے۔ اس پر

ایک انصاری

اُٹھے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مشورہ تو آپؐ کو دیر سے مل رہا ہے۔ لیکن آپؐ پھر بھی اس بات کو دہرا رہے ہیں کہ اے لوگو

مجھے مشورہ دو

میں کیا کروں۔ شاید اس سے آپؐ کی مراد یہ ہے کہ انصار مشورہ دیں۔ آپؐ نے فرمایا ہاں میری یہی مراد ہے۔ میں آپ سے مشورہ لینا چاہتا ہوں کہ کیا کرنا چاہیئے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) ہم اس مصلحت کی بنا پر خاموش تھے کہ کفار جن کے ساتھ مقابلہ ہے مہاجرین کے رشتہ دار ہیں ہمیں نہیں بولنا چاہیئے۔ شاید مہاجرین کو یہ بات بُری لگے۔ اس لئے یہ ان کا حق تھا کہ وہ مشورہ دیتے اور جو بھی وہ مشورہ دیں ہم تو آپؐ کے ساتھ ہی ہیں۔ پھر اس نے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شاید اس معاہدہ کی وجہ سے آپ ہم سے مشورہ پوچھ رہے ہیں۔ جو مکہ کی وادی میں ہم نے آپ سے کیا تھا کہ اگر آپؐ پر مدینہ میں حملہ ہوگا۔ تو ہم آپؐ کی حفاظت کریں گے۔ اور مدینہ سے باہر کے ہم ذمہ دار نہیں ہوں گے لیکن یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) اس وقت ہمیں پتہ نہیں تھا کہ آپؐ کیا چیز ہیں اور ابھی آپؐ کی شان کا ہمیں علم نہیں ہوا تھا اور آپؐ کا مقام ہم پر نہیں کھلا تھا۔ اس کے بعد جب آپؐ ہمارے اندر تشریف لائے تو ہمیں آپؐ کے مقام اور آپ کی شان کا علم ہوا۔ تو یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اب وہ معاہدہ ختم ہو چکا۔ اب تو یہ سامنے سمندر ہے۔ آپ حکم دیجئے کہ

اپنے گھوڑے سمندر میں ڈال دو

ہم بغیر چون وچرا کے اپنے گھوڑے سمندر میں ڈال دیں گے اور یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اگر دشمن مقابلہ پر آئے گا۔ تو ہم آپؐ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپؐ کے بائیں بھی لڑیں گے آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور آپؐ کے پیچھے بھی لڑیں گے۔ اور دشمن آپ تک پہنچے گا تو ہماری لاشوں کو روندتا ہوا ہی پہنچے گا۔ اس کے بغیر نہیں پہنچ سکے گا تو دیکھو جہاں عشق ہوتا ہے وہاں اس بات کو نہیں دیکھا جاتا کہ ہم نے کیا شرط کی تھی بلکہ اس بات کو دیکھا جاتا ہے کہ ہم نے وہ کام کر لیا ہے یا نہیں جو ہمارے سپرد کیا گیا تھا پس جب تک ہماری جماعت دین کی ہر ضرورت کے موقعہ پر اپنا روپیہ اور اپنی جانیں پیش نہیں کرتی اس وقت تک اس کو کبھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالےٰ کا کام تو ہو جائے گا لیکن ہم

دین کی خدمت کا ثواب

حاصل کرنے اور اپنے ایمانوں کا ثبوت دینے سے محروم رہ جائیں گے۔ پس ہماری جماعت کو چاہیئے کہ اپنی ذمہ داریوں اور اپنے فرائض کو سمجھے اور دین کے لئے جہاں مالی ضرورتوں کو پورا کرنے کا سوال ہو وہاں آگے بڑھ بڑھ کر اپنے اموال پیش کریں اور جہاں جانی قربانی کا سوال ہو وہاں آگے بڑھ بڑھ کر اپنی جانیں اور اپنی اولادیں دین کے لئے پیش کریں یہی نے

اپنی اولاد

اپنی طرف سے دین کے لئے وقف کی ہوئی ہے۔ آگے کام کا ثواب تو انہوں نے خدا سے ہی لینا ہے۔ اور یہ اللہ تعالےٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس کو دین کی خدمت کا موقعہ ملے اور کس کو نہ ملے۔ میں نے بہرحال اپنی طرف سے انہیں دین کے لئے ہی وقف کیا ہوا ہے۔ دوران کو تعلیم دلانے میں بھی میں نے ہمیشہ اسی چیز کو مدنظر رکھا ہے۔ میں نے اپنی اولاد میں سے کبھی ایک بیٹے کو بھی خالصۃً اپنے لئے رکھنے کی خدا تعالےٰ سے درخواست نہیں کی اور یہ سب اسی کے دیئے ہوئے ہیں اور اسی کی چیز ہیں۔ اس کی مہربانی اور اس کا احسان ہوگا تو ان کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے گا۔ لیکن اگر وہ کسی کو اس کی غفلت کی وجہ سے رد کر دے تو میں بری الذمہ ہوں میں نے اپنے لئے ان کو لینے کی کبھی ضرورت نہیں سمجھی۔ سوائے اس کے کہ اپنے گزارہ کے لئے باری باری کچھ عرصہ وہ جائداد کا انتظام کریں تا دوسرے دین کا کام کر سکیں اور وہ بھی دوسرے وقت میں دین کا کام کر سکیں۔ میرا تو عقیدہ ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی باقی اولاد بھی اگر اس پر غور کرے تو اسے سمجھنا چاہیئے کہ اللہ تعالےٰ کے اتنے بڑے احسان کے بعد کہ شدید ترین گمراہی کے وقت میں اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمارے خاندان میں سے مبعوث فرمایا۔ اس احسان کے بعد بھی اگر ہمارے اندر دنیا طلبی اور دین سے بے رغبتی پائی جائے تو ہم سے زیادہ بدقسمت اور کون ہو سکتا ہے اسی ایک احسان کے بدلہ اگر ہمارا سر قیامت تک خدا تعالےٰ کے آگے جھکا رہے تو ہم اس احسان کا بدلہ نہیں اتار سکتے۔ یہ خدا تعالےٰ کا اتنا بڑا احسان ہے کہ اس سے بڑھ کر احسان ممکن ہی نہیں سمجھا جا سکتا۔ پس اسی احسان کو دیکھ کر اگر

ہمارے خاندان کے لوگ

اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں تو چونکہ خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے وعدہ فرمایا ہے کہ تری نسلاً بعیداً یعنی تیری نسل دور دور تک پھیل جائے گی۔ اور جس طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا اسی طرح تیری نسل بھی اتنی زیادہ ہوگی کہ وہ گنی نہیں جائے گی۔ پس ہمارے خاندان ہی کے افراد اگر دین کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں تو

تبلیغ اور مبلغوں کا سوال

حل ہو جاتا ہے۔ مگر بہرحال کسی ایک شخص کے اپنے آپ کو پیش کر دینے سے دوسرے لوگ بری الذمہ نہیں ہو سکتے۔ جب تک ساری جماعت اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے پیش نہیں کرتی اس وقت تک جماعت بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔ اور جب تک کوئی فرد اپنے آپ کو دین کی خدمت کے لئے پیش نہیں کرتا۔ اس وقت تک وہ فرد ہونے کے لحاظ سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ اگر

جماعت کی اکثریت

اپنی ذمہ داریاں اور اپنے فرائض ادا کرنے میں کوتاہی کرتی ہے تو وہ بلحاظ جماعت خدا تعالےٰ کے فضل کو جذب نہیں کر سکتی۔ اور اگر ایک فرد اپنی ذمہ داریاں اور اپنے فرائض نہیں سمجھتا تو وہ منفرد طور پر سزا کا مستحق ہے۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے دلوں کو کھول دے اور ہمارے ایمانوں کو مضبوط کر دے۔ اور ہمیں اس مقام پر کھڑا نہ کرے جہاں مجرم کو سزا دینے کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے بلکہ خدا تعالےٰ ہمیں اس مقام پر کھڑا کرے جہاں خدمتگذار اور وفادار غلام کو انعام کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے۔ آمین ؛

ولادت

اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وکرم سے مورخہ ۵/۶۵ ۱۲ کو خاکسار کو ایک پوتا عطا فرمایا ہے۔ احباب کرام دعا فرماویں کہ اللہ تعالےٰ نومولود کو لمبی عمر عطا فرمائے۔ اور دین کا خادم بنائے۔ آمین۔

خاکسار محمد محسن خان احمدیہ سلیف ازکڈاپلی

درخواست دعا

میرا لڑکا عزیز ایوب احمد ظہیر انجنیئرنگ کی آخری کلاس کا امتحان ماہ حال میں دے رہا ہے۔ احباب عزیز موصوف کو نمایاں کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار قاضی عبدالحمید درویش قادیان

یوم خلافت کی مبارک تقریب پر مختلف مقامات میں کامیاب جلسے

کنہ پورہ (کشمیر)

مورخہ ۲۷ مئی ۱۹۶۵ء مسجد احمدیہ کنہ پورہ کشمیر میں جلسہ "یوم خلافت" زیر صدارت مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد مکرم غلام نبی صاحب منظور ایم۔ اے نے جماعت احمدیہ کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے واضح کیا کہ جماعت احمدیہ اپنے تبلیغی اور تربیتی منصوبوں کی وجہ سے ساری دنیا میں اہم مقام حاصل کر چکی ہے۔ پروگرام دیکھا کس قدر پر عظمت کیوں نہ ہو۔ اس کو روبہ عمل لانے کے لئے خدائی تائید کی ضرورت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تائید صرف اس صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ جب پروگرام کو اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ اصول اور قواعد کے تحت عملی میدان میں پیش کیا جائے۔ آیت استخلاف سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی نوع انسان کی بہبودی کے لئے اپنے ہاتھ سے خلفاء کا قیام عمل میں لاتا ہے۔ اور جب انسان خلافت کی اس برکت کو سمجھتے ہیں تو وہ دین ددنیا کی نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں احمدیت بے پناہ مخالفت کے باوجود نہ صرف اپنے وجود کو قائم رکھ سکی ہے بلکہ ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی ہے۔ دنیوی ذرائع اوروں کو بھی حاصل ہیں مگر جو چیز احمدیوں کو حاصل ہے وہ اوروں کو حاصل نہیں یعنے خلافت۔

آخر پہ آپ نے دوستوں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ وہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کے ماتحت جماعت کی ان چار تنظیموں کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنائیں جو ہماری تربیت کے لئے اشد ضروری ہیں یعنے انصار، خدام، اطفال اور لجنہ اماء اللہ، کیونکہ خلفاء کے ارشادات خدا تعالیٰ کے ارشادات کے تحت ہوتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ حضور نے جو اتفاق باہم اور امن داماں سے رہنے کا حکم دیا ہے اس نے احمدیت کو بہت فائدہ دیا ہے۔ احمدیوں کی امن دوستی نے تمام لوگوں کو ان کا گرویدہ بنا دیا ہے۔ اور یہ بھی خلافت کی برکتوں میں سے ایک برکت ہے۔

اس کے بعد مکرم مبارک احمد صاحب ظفر نے آیت استخلاف کی تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ مسلمان اس گر کو نہیں سمجھتے کہ خلافت اللہ تعالیٰ کے زندہ نشانوں میں سے ہوتی ہے۔ نبی اللہ تعالیٰ کا زندہ نشان ہوتا ہے اور جب وہ گذر جاتا ہے تو خلافت کی صورت میں اس کی ذات ظاہر ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے راہنمائی کا موجب بنتے ہیں جو ہدایت اور کامیابی کے دائمی سرچشمہ سے مستفید ہونے کی خواہش رکھتے ہیں۔ آپ نے مثال دے کر ثابت کیا کہ قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی ترقی کا راز بھی خلافت کے اندر مضمر تھا۔ اور احمدیت بھی دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی خلافت کی برکت سے کر رہی ہے۔

آخر پر مولوی عبدالرحیم صاحب نے مولوی محمد شفیع صاحب سے متعلق کہا کہ انہوں نے خلافت کے مقدس عقیدہ کو مسخ کرنے کی جو کوشش کی تھی وہ انتہائی خطرناک تھی زمانہ نے ثابت کر دیا کہ خلافت کے قیام کے ساتھ ہی احمدیت کی نمایاں ترقی وابستہ تھی۔

آخر پر آپ نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں خلافت کی برکتوں سے زیادہ سے زیادہ نوازے۔ آمین۔

الراقم مبارک احمد ظفر
سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ کنہ پورہ

رانچی (بہار)

بتاریخ ۲۸ ماہ مئی ۱۹۶۵ء کو بعد نماز مغرب آشیانہ بر مکان الحاج محترم سید محی الدین احمد صاحب ایڈووکیٹ جلسہ یوم خلافت منایا گیا۔

جلسہ اور وقت کا اعلان خطبہ جمعہ میں بھی خاکسار نے کر دیا تھا۔ بمطابق اعلان احباب نماز مغرب میں جمع ہو گئے۔ نماز مغرب کے معاً بعد آشیانہ کے ہال میں زیر صدارت محترم جناب سید لطیق احمد صاحب ایم۔ اے جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن کریم سے شروع کی گئی۔

مکرم جناب سید شہاب احمد صاحب متعلم ایم۔ اے کلاس نے خلافت اور اس کی برکات کے موضوع پر ایک مضمون پڑھ کر سنایا۔ آپ کی تقریر کے بعد مکرم شمس الحسن صاحب المتقی آف مظفر پور نے اخبار بدر سے نظام جماعت کے موضوع پر ایک مضمون پڑھ کر سنایا آخر میں خاکسار نے تقریر کی جس میں آیت استخلاف سے واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ وعدہ فرمایا ہے پیشگوئی نہیں فرمائی ہاں یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے کہ جو تم میں سے اعمال صالح کریں گے انہیں ہم خلافت قائم کریں گے۔ الغرض جیسے پہلی قوموں میں اللہ تعالیٰ نے خلافت قائم کی ہے۔ اسی طرح ان کے اندر بھی اللہ تعالیٰ خلافت قائم کر دے گا۔ اب یہ اپنی اپنی جدوجہد کوشش اور عملی عمائد پر منحصر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق جماعت احمدیہ میں خلافت کو قائم فرمایا۔ اور اسی خلافت کی برکت سے آج جماعت احمدیہ کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہو چکی ہے۔ اور ساری دنیا میں اس مقدس جماعت کی طرف سے حقیقی اسلام پیش کیا جا رہا ہے اس کی تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچ چکی ہے۔ اس کی شاخیں نہ صرف برّاعظم ہند و پاک میں ہی بلکہ غیر ممالک میں بھی اس کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ جماعت کی اس کامیابی کا مخالفین بھی اقرار کئے بغیر رہ نہیں سکے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

خاکسار کی تقریر کے بعد اجتماعی دعا کی گئی اور جلسہ برخواست ہوا۔

خاکسار سید بدر الدین معلم وقف جدید
نزیل رانچی۔

سملیہ ضلع رانچی

بتاریخ ۲۰ مئی ۱۹۶۵ء بعد نماز مغرب جلسہ یوم خلافت سملیہ خاکسار کی صدارت میں منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن کریم مکرم عبادت حسین صاحب انصاری نے کی اس کے بعد مکرم مبارک احمد صاحب انصاری نے حضرت میر صاحب رضی اللہ عنہ کی نظم پڑھی۔ اس موقعہ پہ چھوٹی چھوٹی بچیوں نے بھی نظمیں پڑھیں۔

چونکہ غیر احمدی احباب وقت مقررہ پر تشریف لائے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کے وقت کا خیال کرتے ہوئے دوسری تقاریر کو ملتوی کرتے ہوئے صرف خاکسار کی تقریر ہوئی۔ خاکسار نے اپنی تقریر میں قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں ربانی امام کی ضرورت اور افضیت کو واضح کیا۔ اور حدیث نبوی علیکم بالجماعت کی تشریح کی اور بتایا کہ جہاں ہم اپنے احمدی بھائیوں کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ جماعت کی برکات سے خلافت کے فیوض سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہوں وہاں اپنے غیر احمدی بھائیوں سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس زمانہ کو سمجھیں اور اپنی دین و دنیا کو سنوارنے کی فکر کریں کیونکہ قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں فلاح دارین کی صرف اور صرف یہی ایک کنجی ہے۔

آخر میں اجتماعی دعا ہوئی جس میں خصوصیت سے حضرت اقدس کی صحت کے لئے دعا کی گئی۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے امام ہمام خلیفۃ الزمان کو صحت والی لمبی سے لمبی زندگی بخشے اور آپ کے زمانہ قیادت میں احمدیت کو روحانی غلبہ عطا فرمائے۔

خاکسار سید بدر الدین احمد عفی عنہ
معلم وقف جدید نزیل رانچی

بینگاڈی (کیرالہ)

بتاریخ ۲۸ مئی مقامی طور پر جلسہ یوم خلافت پوری شان کے ساتھ منایا گیا جس میں تلاوت قرآن کریم مکرم ایس وی قمر الدین صاحب نے کی۔ اور محترم مولانا بی عبد اللہ صاحب فاضل مبلغ سلسلہ نے ایک مبسوط پر معارف تقریر فرمائی جس میں آپ نے ضرورت خلافت اور اس کی اہمیت پر سیر حاصل روشنی ڈالی۔

جلسہ میں نہ صرف یہ کہ جماعت کے تقریباً سبھی دوست شریک ہوئے بلکہ غیر از جماعت دوستوں نے بھی اس تقریب میں حاضر ہو کر جلسہ استفادہ کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

خاکسار بی احمد سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ
بینگاڈی (کیرالہ)

کرڈاپلی (اڑیسہ)

مرکزی ہدایات کے مطابق مورخہ ۲۷ مئی کو جلسہ خلافت ڈے منعقد کیا گیا۔ زیر صدارت مکرم مولوی محسن خان صاحب جلسہ کی کارروائی شروع کی گئی۔ مکرم شیخ احمد دین صاحب نے تلاوت قرآن مجید فرمائی۔ اور جناب احسان الحق صاحب نے کلام محمود سے نظم پڑھی۔

بعد ازیں مکرم محسن خان صاحب مبلغ نے تقریر فرمائی۔ اور اس میں بیان کیا کہ جب بھی دنیا میں بے دینی اور گمراہی پھیل جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لئے نبی مبعوث فرماتا ہے نبیوں کے گزر جانے کے بعد اللہ تعالیٰ ان کی تعلیم کو پھیلانے اور اس کی حفاظت کرنے کے لئے خلافت قائم فرماتا ہے خلافت حقیقت میں نبوت کا تتمہ ہے خلفاء کرام نبیوں کی تعلیم کو دور دور تک پھیلاتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت پہلے سے جاری ہے۔ آج ہمارے زمانہ میں بھی یہی سنت جاری ہوئی ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت کے مطابق آپ کے بعد خلافت قائم کر کے احمدیت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دیا ہے۔ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا ہمیں چاہیئے کہ ہم مضبوطی سے خلافت کو پکڑیں۔ اور خلافت کے بغیر ایک قدم ادھر ادھر نہ رکھیں۔ تقریر کے اختتام پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت وسلامتی کے لئے پرسوز دعا کی گئی۔ اور یہ جلسہ ۸ بجے شب ختم ہوا۔

برصغیر ہند و پاک میں تھوما حواری کی آمد

اور کلیساؤں کا قیام

از مکرم مولوی کلیم اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

(۲)

تھوما حواری کیسے حالات اب یہ امر حیران کن ہے کہ "سینٹ تھوما" ہندوستان کے جنوبی علاقے میں کیسے آگئے۔ ان دنوں اس علاقہ میں یہودیوں کی کوئی آبادی نہ تھی۔ ایک خیال یہ ہے کہ سنہ ۷۰ء میں جب طیطس رومی نے یروشلم اور ہیکل کو تباہ کیا اور عیسائیوں کے جو قافلے پناہ لینے کے لئے ہندوستان کے جنوبی ساحلوں کی طرف آئے۔ انہیں میں "تھوما حواری" بھی تھے۔ مگر یہ خیال بالکل غلط ہے۔ تھوما حواری ان پناہ گزینوں کے قافلے میں نہیں تھے۔ یو یروشلم کی تباہی کے بعد عرب اور پھر عرب سے ہندوستان آئے۔ ہم "تھوما حواری" کو جنوبی ہند پہنچنے سے پہلے مغربی ایشیا اور برصغیر ہند و پاک کے شمال مغرب میں دیکھتے ہیں۔ یہاں وہ بادشاہوں کے دربار میں نظر آتے ہیں۔ "انڈین کیتھولک ریفرنس بک" میں بھی یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ تھوما حواری ہندوستان آنے سے پہلے "گنڈوفارس" بادشاہ کے دربار میں آئے تھے۔

بعض کتب تواریخ میں قدیم عیسائیوں کی یہ روایت درج کی گئی ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد جب حواریوں نے ایک تبلیغی انجمن قائم کی تو اس انجمن کی طرف سے سلطنت "پارتھیا" میں تبلیغ مسیحیت کے لئے تھوما حواری کو نامزد کیا گیا۔ (دیکھئے تواریخ بلداز ہاشمی)

دولت پارتھیا کا مختصر تعارف اس جگہ "دولت پارتھیا" کا مختصر تعارف مفید ہوگا۔ "پارتھیا" ایران کے اس کوہستانی حصے کو کہتے ہیں جن کا مرکز موجودہ سمرقند تھا۔ خراسانی ان سلطنت کے اضلاع شامل تھے۔ پارتھی بادشاہوں میں "گنڈوفارس" مشہور بادشاہ گذرے ہیں۔ ان کے زمانے میں سلطنت پارتھیا بہت وسیع ہوگئی تھی۔ بلوچستان، سندھ اور پنجاب کے علاقے اس میں شامل تھے۔ ٹیکسلا مشرقی صوبہ کی راجدھانی تھا۔ "سینٹ تھوما" اسی گنڈوفارس بادشاہ کے دربار میں آئے تھے۔ اور یہاں سالہا سال رہ کر مسیحیت کی تبلیغ کی تھی۔ عام خیال یہ ہے کہ اسی تبلیغ کے نتیجے میں یہ بادشاہ عیسائی ہوگیا۔

یہودیوں کا ترک وطن اس بادشاہ کی مدت حکمرانی سے تھوما حواری کے ورود ہند کی تاریخ معین کی جاسکتی ہے۔ اس بادشاہ کا سن جلوس سنہ ۲۰ء ہے۔ اور سن وفات سنہ ۶۰ء ہے۔ اس لئے "سینٹ تھوما" کو سن ۶۰ء سے پہلے گنڈوفارس کے دربار میں ہونا چاہیئے اگر مسیحیوں کا یہ قول تسلیم کرلیا جائے کہ وہ طیطس رومی کے حملہ کے بعد یروشلم سے نکلے اور سب سے پہلے جنوبی ہند آئے تو واقعات کی ترتیب بالکل غلط ہوجاتی ہے۔ طیطس رومی نے سنہ ۷۰ء میں یروشلم کو تباہ کیا۔ اس کے بعد ہی یروشلم کے یہودی و عیسائی ہندوستان کے جنوبی ساحل کی طرف آئے۔ وہ پہلے عرب کے ریگستان میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ مگر وہاں تنگی معاش یا بعض دوسری وجوہ کی بناء پر مستقل سکونت اختیار نہ کرسکے پھر غالباً عرب تاجروں کی کشتیوں میں بیٹھ کر ہندوستان کے جنوبی ساحل کی طرف نقل مکانی کر آئے۔ اگر "تھوما حواری" نے بھی یہی بحری راستہ اختیار کیا تھا پھر تو ان کے ہندوستان پہنچنے سے بہت پہلے "گنڈوفارس" بادشاہ کی وفات ہوچکی تھی۔ اس کے دربار میں حواری کے پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

واقعات کی صحیح ترتیب انڈین کیتھولک ریفرنس بک میں بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ جنوبی ہند آنے سے پہلے تھوما حواری "گنڈوفارس" بادشاہ کے دربار میں تھے۔ اسی طرح واقعات کی ترتیب بالکل درست ہوجاتی ہے۔ ۳۳ سال کی عمر میں جناب مسیح صلیب پر چڑھائے گئے۔ اور یہودیوں کی جو عدالت تھی قانون قرار دی گئی۔ اس کے بعد جناب مسیح اور تھوما حواری یروشلم سے ہجرت کر گئے۔ یہ رومی سلطنت کی حدود سے نکل کر ایشیائے کوچک، ایران، افغانستان ہوتے ہوئے پنجاب اور کشمیر میں داخل ہوئے تھے۔ یہاں اسرائیل کے قبائل جو مسیحیت کا پیغام سننا چاہتے تھے ان دنوں اس علاقے میں آباد تھے اور جن کی تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی۔

بھوشیہ پران کا یہ قول بڑا بصیرت افروز ہے کہ جب راجہ شالباہن کی اللہ کے نبی سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت وہ "دشمن قوم" کے دیش میں مقیم تھے اور اسی قوم کے متعلق اب یہ بات روشن ہوتی جارہی ہے کہ وہ جناب مسیح کے ہم قوم قبائل تھے۔ اس قوم میں مسیحیت بہت تیزی سے پھیلی کشمیر افغانستان اور پنجاب میں ملاتنے میں جناب مسیح کے نام لیوا پیدا ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ اس قبولیت میں جناب مسیح اور تھوما حواری کی روحانی توجہ و سرگرمی کے علاوہ گنڈوفارس بادشاہ کے سیاسی اقتدار کا بھی بہت کچھ دخل ہوگا۔ تھوما حواری اس کامیابی کے ساتھ شمالی ہند میں مسیحیت کی اشاعت کررہے تھے کہ سنہ ۷۰ء کے درمیان طیطس رومی نے یروشلم پر حملہ کیا۔ اور یہودی اور عیسائی ترک وطن کرکے ہندوستان کے ساحلوں پر آنے لگے۔ اس خبر کے سنتے ہی جناب مسیح نے تھوما حواری کو شمالی ہند سے جنوبی ہند کی طرف بھیجا۔ انہوں نے ان غریب الدیار اور بے وطن یہودیوں کے درمیان تبلیغی مہم جاری کی۔ اگرچہ یہ لوگ یروشلم میں جناب مسیح کی شدید مخالفت کرچکے تھے۔ مگر اب حالات بدل گئے تھے۔ اب نہ یہودیوں کی وہ نسل باقی تھی۔ نہ سرداروں کا جنون کی وہ گرفت۔ اس کے ساتھ ہی جناب مسیح کی صداقت کے نشانات بھی اب بالکل واضح ہوگئے تھے۔ یہ نشانات دیکھنے کے بعد اب یہودیوں کے لئے انکار کی گنجائش نہیں تھی۔ ان نشانوں میں تین نشانات بہت موثر اور نتیجہ خیز تھے۔

یسوع مسیح کی تین پیشگوئیاں پہلا نشان تو یہ تھا کہ جناب مسیح نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ میں "یونس بن متی" کی طرح موت کے منہ میں جاکر بھی موت سے نجات حاصل کر لوں گا یہودیوں کو جناب مسیح کے اس قول کا علم تھا۔ ہندوستان آ کر جب انہیں معلوم ہوا کہ جناب مسیح کشمیر میں زندہ سلامت موجود ہیں۔ تو وہ سخت پشیمان ہوئے۔ ان پر یہ واضح ہوگیا کہ انہوں نے جو پیشگوئی کی تھی۔ وہ بالکل درست نکلی۔ وہ واقعی صلیبی موت سے بچائے گئے۔ اس علم و انکشاف کے بعد وہ اب قبول حق سے باز نہ رہ سکے۔ اور جلد ہی جناب مسیح پر ایمان لے آئے۔

دوسرا نشان۔ جناب مسیح نے کہا تھا کہ میں خدائی پیغام سنانے کے لئے "اسرائیل کے اسیر قبائل" کے پاس بھی جاؤں گا۔ جو جابجا پھیلے ہوئے ہیں۔ ہندوستان آنے کے بعد ان لوگوں پر اس پیشگوئی کی صداقت بھی آشکارا ہوگئی۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ "اسیر قبائل" یا بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل جن کے درمیان پہنچ کر پیغام حق سنانا چاہتے تھے اللہ کامیابی کے ساتھ نبوت کررہے ہیں۔

تیسرا نشان۔ متی، لوقا اور مرقس کی روایت ہے کہ سولی سے پہلے جناب مسیح نے ان یہودیوں سے کہا تھا کہ تمہاری حق دشمنی اور دنیا طلبی کے باعث عنقریب ہیکل اور شہر یروشلم پر ایسی خوفناک مصیبت آنے والی ہے کہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجائی جائے گی۔ یہودی اپنی آنکھوں سے اس ہولناک پیشگوئی کی صداقت بھی دیکھ چکے تھے۔ سنہ ۷۰ء میں طیطس رومی یہودیوں کی بغاوت اور بار بار کی عہد شکنی سے کچھ ایسا مشتعل ہوا کہ ایک لشکر جرار لے کر یروشلم پر چڑھائی کی یہودیوں کا قتل عام کیا۔ اس شہر کو تاخت و تاراج کردیا۔ اور ہیکل کی شاندار عمارت کو مسمار کرکے رکھ دیا۔ یہودیوں کے لئے یہ مصیبت تھی کہ یونانی اور اشوری بادشاہوں کا ہولناک زمانہ بھی ان کو بھول گیا۔ وہ طیطس کے غضب سے ڈر کر یروشلم سے بھاگے تھے۔ جناب مسیح کی یہ پیشگوئی میں اب ان لوگوں کو کیا شبہ ہوسکتا تھا۔ اس لئے اب وہ لوگ جوق در جوق دائرہ مسیحیت میں داخل ہونے لگے۔

کوچین کی کنیسا البتہ یہودیوں کا وہ طبقہ جس کی طبیعت مشاہدہ عذاب کے بعد مسخ ہوگئی تھی۔ انکار و تکذیب پر قائم رہی۔ "کوچین" میں ان کی نسل ابھی تک باقی ہے۔ میں نے خود کوچین کی وہ کنیسا دیکھی ہے جس کی بنیاد ان یہودیوں کے ان پناہ گزین آباؤ اجداد نے ڈالی تھی۔

تاریخی نکات اس جگہ اور کئی تاریخی نکات ہیں جن پر ہمیں غور کرنا چاہیئے۔ گنڈوفارس بادشاہ کا مسیحیت کی طرف میلان یا ان کا مسیحی ہو جانا مشہور عالم درسگاہ ٹیکسلا کا حیرت انگیز فروغ۔ کشان خاندان کا بودھ ازم قبول کرنا۔ یہ سب اسباب اس کا ثبوت ہیں کہ اس زمانے میں کوئی مرد ربانی ایک ایسی تحریک چلا رہا تھا جو "بودھ ازم" سے مشابہ تھی۔ لوگ اس تحریک سے متاثر ہورہے تھے۔ لیکن مورخوں کا ذہن اس حقیقت سے بالکل عاری ہے کہ جناب مسیح اس علاقے میں آگئے تھے۔ اس لئے وہ اس تبدیلی کو بودھ ازم کا احیاء قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ اگر "بودھ ازم" کا احیاء تھا تو مسیحیت کے رنگ میں تھا افسوس کہ اس بارے کی باتیں ہیں جب اس برصغیر کے شمال مغرب میں جلد جلد سیاسی انقلابات رونما ہورہے تھے۔ اس لئے گمان غالب یہ ہے کہ اس علاقے میں مسیحیت کو دیرپا . . . . زندگی حاصل نہیں ہوئی۔ "گنڈوفارس" جو تھوما حواری کے ذریعہ . . . چکا تھا۔ اس نے کل چالیس سال حکومت کی۔ اس کے بعد اس کی

سلطنت انتشار کا شکار ہوگئی۔ "سلطنت پارتھیہ" کی جگہ "کشان" خاندان نے لی لیکن یہ خاندان بھی زیادہ عرصہ تک حکومت نہ کر سکا۔ یہ راجہ "کنشک" کے بعد ہی اس کا زوال شروع ہو گیا اور زوال بھی ایک ایسے خاندان کے ہاتھ ہوا۔ جو بودھ تہذیب کا سخت مخالف تھا۔ یعنی "گپتا خاندان" اس نے برسر اقتدار آتے ہی بدھ تہذیب کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ اس عہد حکومت میں "ٹیکسلا" جیسے دار العلوم کی اہمیت بھی ختم ہو گئی تھی۔ بودھ ازم یا مسیحیت کے مقابلہ میں "برہمن ازم" کو فروغ حاصل ہوا۔ سنسکرت سرکاری زبان قرار دی گئی۔

مسلمانوں کی آمد

ابھی یہ انقلابی جنگ جاری ہی تھی کہ شمال مغرب کی طرف سے گورے ہون نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ اور پنجاب۔ سندھ اور کشمیر پر اس کا پورا تسلط ہو گیا۔ اس قوم نے کچھ کم و بیش پچاس سال تک حکومت کی۔ اس کے بعد ہندوستان کی تاریخ میں "راجہ ہرش" کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اس راجہ کے بعد پھر ایک بار یہ برصغیر سیاسی زلزلے کا ایک زبردست جھٹکا محسوس کرتا ہے اور مسلمانوں کی جمعیت شمال مغرب کی طرف سے اس ملک میں داخل ہو جاتی ہے۔

برصغیر میں مسیحیت کا حشر

ہندوستانی تاریخ میں ایک صدی قبل مسیح سے راجہ ہرش تک کا زمانہ پیہم سیاسی انقلابات کا زمانہ ہے۔ اس لئے اس دور کے بہت سے واقعات سیاسی حوادث کی نذر ہو گئے۔ حکمران خاندانوں کے حالات نظام حکومت ملکی دستور کوئی چیز واضح اور غیر مبہم صورت میں محفوظ نہیں ہے۔ "سلطنت پارتھیہ" اور "کشان خاندان" کے متعلق تمام مورخ کہتے ہیں کہ یہ دونوں حکومتیں کسی نئی تحریک سے متاثر ہوئی تھیں۔ مگر وہ تحریک کیا تھی؟ اس کا واضح اور غیر مبہم الفاظ میں جواب نہیں دیا جاتا۔ مسیحیت کی طرف تو کسی کا خیال جاتا ہی نہیں۔ اس لئے وہ اس کو "بودھ ازم" کا احیاء کہہ دیتے ہیں۔ مورخوں کو یہ اشتباہ ان دونوں پیغمبروں کے حالات اور تعلیمات میں مشابہت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ پھر اس طرف خیال جانے کی دوسری وجہ یہ ہوئی ہے کہ اس علاقے میں مسیحیت کا وہی حشر ہوا۔ جو پنجاب میں بابا نانک کی تحریک کا جس طرح "سکھ" مسلمانوں سے مل کر بچھڑ گئے اسی طرح بودھ ازم مسیحیت سے مل کر بچھڑ گیا۔ یہ دراصل تاریخ کی ایک تکلیف دہ روداد ہے۔ لیکن برصغیر ہند و پاک کا مورخ ان حالات سے بے خبر ہے۔ اس لئے وہ اس عہد کی اصلاحی تحریک کو بودھ ازم کی ایک شاخ قرار دی گئی۔ حالانکہ فی الحقیقت یہ دونوں

وہ الگ الگ تحریکیں تھیں۔

غرض شمالی ہند کی مسیحی کلیسائیں یا تو بودھ ازم میں ضم ہو گئیں یا پھر اسلام کی آمد کے بعد یہ لوگ اسلام میں جذب ہو گئے۔

ہندوستان کے مسیحی مورخوں کا یہ دعویٰ کہ پہلی صدی عیسوی میں مسیحی کلیسائیں کشمیر و پنجاب کے علاوہ دریائے سندھ اور دریائے گنگا کے کنارے سے بھی قائم ہو گئی تھیں۔ ممکن ہے کہ یہ دعوے درست ہو مگر یہ بھی صحیح ہے کہ یہ کلیسائیں بت پرستی اور اسلام کے مقابل اپنا جداگانہ وجود زیادہ دنوں تک قائم نہ رکھ سکیں۔

کلیسائی تحریک کے دو دور

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ شمالی ہند کی کلیسائی تحریک تاریخ کے دو زبردست دوروں سے گزر رہی ہے پہلا دور تو وہ تھا جب جناب یسوع مسیح زندہ تھے اور تھوما حواری پورے علاقے میں مشنری انچارج یا رئیس التبلیغ کے طور پر کام کر رہے تھے۔ اس عہد میں گنڈو فارس جیسے عظیم فرماں روا نے بھی مسیحیت کی اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔ ان سبھوں کی مشترکہ جدو جہد سے بہت جلد یہ تحریک اس دور کی ایک عظیم تحریک بن گئی۔

ہن قوم کی اصلیت

دوسرا دور جب شمالی ہند میں مسیحیت کو فروغ حاصل ہوا وہ "ہن قوم" کا دور حکومت تھا۔ عام طور پر مورخوں کو اس قوم کی اصلیت کا پتہ نہیں ملتا۔ وہ اسے ایک خانہ بدوش اور وحشی قوم کہہ کر اس کا ذکر ختم کر دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اصل میں یہودیوں کے وہ اسیر قبائل تھے۔ جو بخت نصر کے ہاتھوں جلا وطن کر دیئے گئے تھے۔ اور وہ اس زمانے میں ہندوستان کی شمال مغربی سرحد پر منڈلاتے رہتے تھے۔ یہ چار پانچ سو سال سے بے وطنی کی زندگی گزار رہے تھے اور سچ ان کا کوئی وطن نہیں تھا۔ اس لئے تاریخ نویسوں کو ان کے اصل وطن کا پتہ نہیں ملا۔ وہ یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے کئی قبائل گم ہو گئے ہیں۔ ان کا نشان و پتہ نہیں ملتا۔ اب یہ ظاہر ہے کہ وہ اس طرح تو گم نہیں ہو گئے ہوں گے۔ جیسے جنگل میں بھیڑ بکریاں گم ہو جاتی ہیں۔ اس گمشدگی کی کوئی اور صورت ہوگی۔ یا تو مورخوں کی رسائی ان گمشدہ قبائل تک نہ ہو سکی۔ یا وہ قوم تاریخ میں کسی نئے نام سے مشہور ہو گئی۔ اس زمانے کا قاعدہ یہ تھا کہ قوم کی تاریخ شاہی درباروں میں بیٹھ کر لکھی جاتی تھی۔ ممکن ہے کہ "ہن قوم" نے بھی اپنی کوئی تاریخ لکھائی ہو مگر وہ محفوظ نہ رہ سکی ہو۔

مذہبی مورّخ

یہ باتیں جو میں نے اوپر بیان کی ہیں۔ عام مورخوں کے اسلوب کی ہیں۔ لیکن اس مسئلہ پر ذرا اس

شاہراہ سے ہٹ کر غور کیا جائے تو فوراً واضح ہو جاتا ہے کہ "ہن قوم" درحقیقت بنی اسرائیل کے "اسیر قبائل" تھے۔ عموماً مسلمان مفسروں نے لکھا ہے کہ یہودیوں کے وہ قبائل جنہیں بخت نصر نے ملک بدر کیا تھا افغانستان، کشمیر اور اس کے آس پاس ممالک میں آباد ہیں۔ (دیکھئے "عبرت نامہ") اس کے ساتھ بھوشیہ مہا پران کی یہ شہادت پڑھئے کہ جناب مسیح یروشلم سے ہجرت کر کے ہمالہ کی طرف آئے۔ اور "ہن دیش" میں مقیم ہو گئے ان دونوں قضایا کو ملانے کے بعد خود بخود یہ نتیجہ برآمد ہو جاتا ہے کہ "ہن قوم" یہودیوں کے قبائل تھے۔ اور اسی قوم نے جناب مسیح کو واقعۂ صلیب کے بعد اپنے علاقہ میں پناہ دی تھی۔

ہن قوم کا عیسائی ہونا

اب اسی قسم کی دو شہادتیں سنیئے۔ پنڈت دیانند سرسوتی "ستیارتھ پرکاش" میں لکھتے ہیں کہ ہن قوم یہودی النسل تھی اور پادری برکت اللہ صاحب "تواریخ کلیسائے ہند" میں تحریر کرتے ہیں کہ "ہن قوم" نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ ان دونوں شہادتوں کو ملایئے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہن یہودی تھے۔ اور شمال مغربی علاقے میں سب سے پہلے جو قوم حضرت مسیح پر ایمان لائی۔ وہ یہی "ہن قوم" تھی۔

اسی ہن قوم کے حالات میں یہ ذکر آتا ہے کہ "گپت خاندان" کے بعد اس برصغیر کے شمال مغرب حصہ پر اس کا سیاسی اقتدار قائم ہو گیا تھا۔ اور ہم کو یہ معلوم ہے کہ وہ دور "سیکولرازم" یا "لادینی حکومت" کا دور نہیں تھا۔ بلکہ جو قوم برسر اقتدار آتی تھی۔ وہ تمام سرکاری وسائل کے ساتھ اپنے عقیدہ اور مذہب کی اشاعت بھی کرتی تھی۔ "ہن قوم" نے بھی یہی کیا ہوگا۔ اور کچھ بعید نہیں کہ انہیں کے عہد حکومت میں عیسائیت دریائے سندھ اور دریائے گنگا کے کنارے کنارے پھیل گئی ہو۔

یعقوب حواری کا خط

اس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ آج کل کے عیسائی اور ان کے مفسرات جس طرح بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل کا علم نہیں رکھتے قرن اوّل کے عیسائی اتنے بے علم نہیں تھے۔ انہیں ان قبائل کی موجودگی اور جائے سکونت کا علم تھا۔ "نئے عہد نامہ" میں یعقوب حواری کا جو خط ہے اس کی ابتداء ہی اس طرح ہوتی ہے

اور ان اسیر قبائل کے نام جو جابجا رہتے ہیں

یہ ایک چھوٹا سا جملہ ہے مگر اس میں مسیحی جز بیت و دعوت کی پوری تاریخ بیان کر دی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جناب مسیح کی ہجرت کوئی فرار نہ تھا بلکہ وہ تکمیل اشاعت کے لئے یروشلم چھوڑنے

پر مامور ہوئے تھے ...... جو اسرائیل کا وہ حصہ جو ان دنوں یروشلم میں تھا۔ آپ ان پر اتمام حجت کر چکے تھے۔ اور وہاں مسیحیوں کی ایک جماعت بھی قائم ہو چکی تھی۔ جو ایک تنظیم اور جمعیت کے ساتھ تبلیغی مہم میں مصروف تھی۔ اس لئے اب جناب مسیح ان گمشدہ بھیڑوں کی طرف نقل مکانی کر آئے جہاں پہنچنا آپ کے فریضۂ نبوت میں داخل تھا۔

یسوع مسیح کی سیاحت

اس عہد کی تاریخ سے یہ تو روشن ہو چکا ہے کہ آپ نے اپنے اہل و عیال اور حواریوں کے قافلہ کے ساتھ "ہن دیش" میں بود و باش اختیار کی تھی لیکن ممکن ہے کہ جناب مسیح اندرون ہند کے دور دراز مقامات تک بھی گئے ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے دریائے سندھ گنگا کے علاوہ دریائے کرشنا و کاویری کے آس پاس بھی سفر کیا ہو۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی قیاسی طور پر یہ بات کہی ہے۔ اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اس زمانے میں یہودیوں کے ایسے قبائل بھی تھے جو بحری راستوں کے علاوہ بری راستوں سے بھی اس برصغیر میں تجارت کے لئے آیا کرتے تھے۔ ان دنوں ملک کے اندرونی حصوں میں اموال تجارت کی درآمد دریائی کشتیوں کے ذریعہ ہوا کرتی تھی۔ اس لئے قرین قیاس یہ ہے کہ یہودیوں کی وہ تجارتی پارٹیاں جو خشکی کی راہ اسکندریہ یا شام و عراق سے ہندوستان آیا کرتی تھیں۔ وہ ان دریائی راستوں سے ملک کے اندرونی حصوں میں بھی جاتی ہوں گی۔ اور تجارتی اصول کے مطابق کچھ یہودی ایجنٹ یا نمائندے کے طور پر ان دریاؤں کے کنارے مستقل سکونت بھی رکھتے ہوں گے اس لئے قیاس یہ ہے کہ جناب مسیح نے انہیں بھی پیغام الٰہی سنایا ہوگا۔ وہ خود وہاں گئے ہوں گے یا ہندوستان کے رئیس التبلیغ مقدس تھوما کو وہاں بھیجا ہوگا۔

ولادت

قادیان ۸ رجون۔ کل تین بجے دوپہر مکرم نذیر احمد صاحب ٹیلر درویش قادیان کو اللہ تعالےٰ نے دوسرا لڑکا عطا فرمایا۔

احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ بچے کو لمبی عمر عطا فرمائے اور نیک صالح اور خادم دین بنائے۔ آمین

(ڈائریکٹر)

مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب رضؓ فاضل وکیل یادگیر کا سانحہ ارتحال

از مکرم ڈاکٹر سید جعفر علی صاحب ایم بی بی ایس (عثمانیہ) حیدرآباد دکن

حبیب جماعت کو یہ جان کر بے حد دکھ ہوگا کہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب وکیل یادگیری کی سی علمی شخصیت اب ہم میں موجود نہیں۔ وہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہوگئے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت سیٹھ ... صاحبؓ مرحوم کے خاندان پر یہ تیسرا حادثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس خاندان کو آزمائش میں ثابت قدم رکھے آمین۔

۵ دسمبر ۱۹۶۳ء کی بات ہے ہم تمام احمدیہ قبرستان فتح دروازہ میں مولوی رشید احمد خان صاحب کی تدفین کے لئے جمع تھے۔ خاکسار کی مولوی صاحب سے کافی باتیں ہوئیں اس سے ایک ماہ قبل ہی سیٹھ عبد اللطیف صاحب یادگیری کی تدفین عمل میں آئی تھی۔ مولوی صاحب کے چہرے پر اضمحلال کے آثار تھے اور وہ مرحومین کی وفات سے خاص متاثر تھے۔ وہ بار بار سیٹھ عبد اللطیف صاحب کی جواں سال موت پر افسوس کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے خاندان کو صبر عطا کرے۔ ان کے لہجہ میں بڑی رقّت پیدا ہوگئی تھی۔ کہہ رہے تھے کہ ایسے موقعوں پر نہ صرف فاتحہ اور درود شریف پڑھنا چاہیئے بلکہ مرحوم کے لئے دعائے مغفرت بڑے درد دل سے کرنی چاہیئے۔ اور یہ بھی دعا مانگنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور انہیں ابتلاؤں سے بچائے۔ یہ بات جاری تھی کہنے لگے کہ چند دن قبل ہی سیٹھ عبد الحی صاحب کا انتقال ہوا ہے اور پھر کچھ ہی عرصہ میں ان کے جواں سال بیٹے بھی داغ مفارقت دے گئے۔ ایسے حادثوں پر افسوس و رنج و غم کی شدت کے سبب بعض اوقات بھول جاتا ہے کہ اس کی آزمائش ہو رہی ہے اس لئے بھی خصوصیت سے دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے پسماندگان کو ابتلاؤں سے بچائے۔

ہم میں سے شاید کوئی جانتا تھا کہ استقامت کا راز صبر و استقلال کی تلقین کرنے والا ٹھیک چھ ماہ بعد خود بھی اس خاندان کے لئے حزن و غم کا ایک نیا زخم لگا دے گا!!

اور پھر آج ہم اس قبرستان میں جمع ہیں جہاں حضرت مسیح موعودؑ کے متعدد غلام ابدی نیند سو رہے ہیں۔ اور مولوی صاحب مرحوم و مغفور بھی انہیں کے قریب جا بسے ہیں۔

خاکسار سے تعارف | خاکسار سے مولوی صاحب کی پہلی ملاقات ۱۹۵۴ء میں سیٹھ عبد اللہ الٰہ دین صاحبؓ مرحوم کے مکان الٰہ دین بلڈنگ میں ہوئی تھی۔ مولوی صاحب کو اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ خاکسار کو بھی مضامین لکھنے کا شوق ہے۔ کافی دیر تک مولوی صاحب نے زرّیں ہدایات سے نوازا۔ فقہ اور حدیث کی مختلف کتابوں کے نام لکھوائے کہ انہیں ضرور پڑھنا چاہیئے۔ اور آئندہ ملنے کی تاکید کی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ وہ بھی کبھی کبھار خاکسار کے گھر آجایا کریں گے۔ مولوی صاحب کا دل موہ لینے کی طرز گفتگو، تبسم بر کلام اور اپنے ہمکلام سے اپنائیت اور خلوص، مولوی صاحب کی یہ وہ ادائیں تھیں کہ خاکسار ان کا غلام ہوگیا۔ ان کے گفتار و کردار کی جاذبیت ہر ایک کو اپنا گرویدہ کر لیتی تھی۔

مرحوم سے مختلف مسائل پر مشورہ لینے کے کئی موقعے ملے۔ ہر مشورہ بڑے غور و فکر کے بعد دیتے۔ تمام مسائل کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے کہ کس حد تک کیا نتیجہ نکلنے کی امید ہے۔ اب وہ رہبر کہاں!!

اللہ تعالیٰ پر توکل | مولوی صاحب کی متبسم شخصیت کا راز ان کا اللہ تعالیٰ پر بے انتہا ایمان بھروسہ اور توکل ہی تھا۔ وہ ایک لمبے عرصہ سے بیمار چلے آرہے تھے اور فریش تھے لیکن افسردہ یا رنجیدہ دیکھنا تو درکنار، ان کی زبان سے کبھی حرف شکایت نہیں سنا گیا۔ بس یہی کہتے کہ اللہ سے دعا کرو۔ ایک مرتبہ جب ان سے ملنے گیا تو گفتگو کے دوران کہنے لگے کہ ڈاکٹر صاحب کوئی کہہ سکتا ہے کہ "میں بیمار ہوں اور برسوں سے فریش ہوں۔ میرے خاندان کے دس افراد ہیں اور اتنے بڑے خاندان کا خرچ کوئی معمولی بات نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ مجھے اس کا احساس نہیں ہونے دیتا کہ میں برسوں سے بیکار ہوں" وہ دعا کے بڑے معتقد تھے۔ ہر مشورہ کے ساتھ کہتے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرو۔ اور ظاہری تدبیر بھی عمل میں لاؤ۔

صوم و صلوٰۃ کی پابندی | بیماری کی حالت میں بھی اس مرد خدا نے عبادت کو ترک نہ کیا۔ ہر ملنے والے سے نماز کی پابندی کی پرزور تلقین کرتے۔

تبلیغ کا جوش | محترم وکیل صاحب کا سینہ گویا علوم کا خزانہ تھا۔ وہ ہر طبقہ کے افراد کو اپنا مافی الضمیر ذہن نشین کرانے کا خوب ملکہ رکھتے تھے۔ اسلام اور دیگر مذاہب کی برتری۔ خاتمیت، موجودہ دور میں دیگر مذاہب کی تنگ دامانی، اسلام کی عالمگیر تعلیم اور ضرورت مسیح و پیشوایان مذاہب کی تعظیم و تکریم، ان عنوانات پر مولوی صاحب سیر حاصل بحث فرماتے اور سننے والا بڑا متاثر ہوتا۔ ان کا طرز گفتار، خلوص، سمجھانے کا اسلوب ایک نرالی شان رکھتا تھا۔ سننے والے کے ہر اعتراض کو بڑی توجہ سے سنتے اور بڑی محبت سے جواب دیتے۔

عشقِ رسولؐ | مولوی صاحب مرحوم کو حضور انور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق تھا۔ متعدد جلسوں میں حضور کی سیرت پر آپ کی تقریریں، حضور سے محبت، خلوص، ولولہ اور جوش پیدا کرتی تھیں۔ عشق رسولؐ میں بہت آگے تھے۔ محمدی کردار کی تبلیغ کو وہ اپنا شعار بنا چکے تھے۔

خاندان مسیح موعود سے محبت | مولوی صاحب قادیان کے فارغ التحصیل تھے۔ انہیں قادیان کے گلی کوچوں سے پیار تھا۔ جب بھی دیار مسیح کا ذکر کرتے تو ایک عجیب چمک ان کے چہرے پر چھا جاتی۔ وہ اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا غلام کہتے اور فخر محسوس کرتے۔ آپ کو ایمان کامل تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا آپ بڑی جرأت سے اعلان کرتے۔ اور ہمیشہ کہتے کہ حضرت مسیح موعودؑ خدا کے نبی ہیں۔ اور نبیوں کا بہت بڑا مقام ہوتا ہے۔

حضرت مسیح الموعودؑ کے مقدس خاندان کے تمام افراد کو بے حد چاہتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت کاملہ کے لئے ہمیشہ دعا کرتے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی وفات کا آپ پر بڑا اثر ہوا تھا۔

مولوی صاحب کو صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے ساتھ خاص اُنس اور دلی محبت تھی۔ اسی پیار سے وہ آپ کو "میاں" کہتے تھے۔ جب وہ یادگیر جلسے پر جانے والے تھے تو خاکسار سے مشورہ کرنے لگے کہ اگر راستے میں اچانک طبیعت خراب ہو جائے تو کونسی دوا کھائی جائے۔ دوا کا تو میں نے ذکر کر دیا مگر انہیں سمجھایا کہ چونکہ وہ ایک لمبے عرصہ سے بیمار ہیں اور اعصابی کمزوری ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ شرکت ملتوی کی جائے۔ کہنے کو تو کہہ چکا لیکن بعد میں افسوس ہوا کہ مولوی صاحب کچھ افسردہ سے ہو گئے اور کہنے لگے "میاں" ایک عرصہ کے بعد یادگیر آرہے ہیں۔ اور انہیں دیکھنے کے لئے آنکھیں بے تاب ہیں۔ اور پھر دوست احباب بھی تو ہیں جن سے ملے طویل عرصہ ہوا۔ کسے معلوم کہ آئندہ جانا نصیب بھی ہے کہ نہیں"۔ یہ آخری فقرہ خاص اثر رکھتا تھا۔ کیونکہ مولوی صاحب کے انداز بیان سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ سفر کا مصمم ارادہ کر چکے ہیں۔

جب میاں صاحب رابرچی کو حیدرآباد سے رخصت ہونے والے تھے۔ نامپلی اسٹیشن پر الوداع کہنے کے لئے دوست جمع ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں مولوی صاحب بھی تشریف لے آئے۔ وہ بہت کمزور نظر آرہے تھے۔ اور دم بھی چڑھ رہا تھا۔ ان کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا۔ میاں صاحب کو ابھی آنے میں دیر تھی۔ کیونکہ گاڑی کا وقت ۸ بجے کا تھا اور اس وقت تقریباً سات بج چکے تھے۔ خاکسار نے کہا کہ مولوی صاحب آپ کمزور ہیں اور یادگیر کے طویل سفر سے حال ہی میں لوٹے ہیں اضمحلال باقی ہے یہاں پلیٹ فارم پر آپ کو تکلیف ہوگی جبکہ بھی آپ میاں صاحب سے گھر پر مل چکے ہیں۔ اور اگر آپ نہ بھی آتے تو میاں صاحب کچھ خیال نہ فرماتے۔ مولوی صاحب مسکرانے لگے اور کہنے لگے کہ "بھئی یہ بیماری تو زندگی کے ساتھ رہے گی"۔ "میاں کو بار بار حیدرآباد تو آنے کا"! وہ میری گود میں کھیلے ہیں، میرے کاندھوں پر بیٹھے ہیں، بھلا وہ رخصت ہوں اور میں وہاں موجود نہ ہوں، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

علمی ذوق | مولوی صاحب کی علمیت مسلّم تھی۔ مختلف موضوعات پر ٹھوس اور مدلل بحث کرنے میں آپ کو خاص مہارت تھی۔ لکھنے کا شوق تھا۔ لکھنے والوں سے محبت کرتے تھے۔ اور لکھنے کے گُر بتاتے تھے۔ آخری دنوں میں انہیں اس بات کا افسوس رہا کہ اب وہ زیادہ لکھ پڑھ نہیں سکتے۔ پڑھنے سے جلد تھکن محسوس ہوتی ہے۔ پہلے وہ دس بارہ گھنٹے مطالعہ کرتے اور تیس چالیس صفحے لکھنے کا معمول تھا لیکن طویل علالت نے انہیں بے حد کمزور کر دیا تھا۔ خاکسار ان سے جب بھی ملتا مولوی صاحب بڑی محبت سے پوچھتے کہ آج کل آپ کیا لکھ رہے ہیں اور کونسی کتابیں زیر مطالعہ ہیں۔ جب میں جواب میں عرض کرتا کہ مولوی صاحب ڈاکٹری کتابیں ہی سمجھا نہیں چھوڑتیں تو فرماتے کہ جماعتی کتابوں کا زیر مطالعہ رہنا ضروری ہے اور ساتھ ہی ربوہ سے آئی ہوئی چند نئی کتابیں پڑھنے کو دے دیتے!!

علالت | مولوی صاحب ایک طویل عرصے سے خون کے دباؤ (HYPERTENSION) کے مریض تھے اور حیدرآباد کے مشہور ڈاکٹر سید عبد المنان

صاحب کے زیر علاج تھے۔ کبھی کبھی وہ خاکسار سے بھی مشورہ کر لیا کرتے تھے دوائیاں پوری پابندی سے استعمال فرماتے نمک کا چونکہ پرہیز تھا اس لئے پھیکی غذائیں استعمال فرماتے۔ پرہیز کے اس طویل عرصے میں کبھی حرف شکایت آپ کی زبان پر نہیں آیا۔ چند دنوں سے وہ بے حد کمزور ہو گئے تھے۔ اس کے باوجود وہ جماعتی جلسوں میں شریک ہوتے۔ ہر جمعہ جوبلی ہال آ جاتے اور جب کبھی صحت کے بارے میں دریافت کیا جاتا۔ تو فرماتے کہ "الحمد للہ! اچھا ہوں" انتقال سے ایک ماہ قبل انہیں دل کا دورہ بھی پڑا تھا اور سے جینے پڑ گئی تھی۔ لیکن پھر صحت سنبھلنے لگی۔

۱۹ ارمئی کی صبح کو طبیعت اچھی تھی۔ تمام دن اچھی رہی۔ حسب معمول کئی دوستوں کو ملنے کا موقعہ دیا۔ اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ شام کا کھانا ساڑھے سات بجے نوش جسم مایا اور مکان کے باہر کھلے حصے میں سستانے کے لئے تشریف فرما ہوئے کچھ دیر بعد کہنے لگے کہ انہیں پیٹ کے نچلے حصے میں تکلیف ہو رہی ہے اور چکر سے آ رہے ہیں۔ فوراً ہی ایک لیڈی ڈاکٹر کو جو مولوی صاحب کے پڑوس میں رہتی ہیں بلوایا گیا۔ انہوں نے معائنہ کیا۔ اور ایک انجکشن دیا۔ لیکن چکر بڑھتے رہے۔ لیڈی ڈاکٹر نے ڈاکٹر منان صاحب کو بلا لینے کا مشورہ دیا۔ اس وقت رات کے ساڑھے نو بج رہے تھے۔

اور پھر چند ہی لمحوں میں ان تمام صفات کی حامل ہستی ایک وسیع حلقہ احباب کو سوگوار چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آٹھ بج رہے تھے۔ قبرستان میں خاموشی تھی۔ احباب سرگوشیوں میں مصروف تھے اور مولوی صاحب کا ذکر خیر ہو رہا تھا۔ بالآخر قبر تیار ہو جانے پر خاکسار ہی دعا کر رہا تھا چونکہ ایسے ہی موقعہ پر دکیل صاحب نے خاکسار کو سعادت دی تھی۔

"اے اللہ! مرحوم کو جنت نصیب کر۔ اپنے محبوب کے قدموں میں جگہ دے۔ ان کی اولاد کو نیک سیرت بنا۔ انہیں صبر کی طاقت دے۔ انہیں ابتلاؤں سے محفوظ رکھ اور آزمائش میں پورا اترنے کی توفیق دے"

اتنے میں اجتماعی دعا ختم ہوئی۔ اور ہم تمام مولوی صاحب کی پیاری یادوں میں لئے گھر کو چلے۔

ذہن کے کسی گوشہ میں یہ شعر گونج رہا تھا

"انسان کو چاہیئے کہ خیال قضا رہے
ہم کیا رہیں گے جب نہ رسول خدا رہے"

بقیہ صفحہ اول

بنگالی زبان میں کی۔ آپ نے قرآن مجید کی آیت استخلاف اور دوسرے اسلامی تاریخی شواہد سے اور عقلی و نقلی دلائل کی رو سے ثابت کیا کہ خلافت ایک ضروری امر ہے جس کے بغیر کوئی قوم ہرگز ترقی نہیں کر سکتی۔ اور نہ ہی بغیر خلافت کے انہیں کوئی اجتماعیت ہو سکتی ہے۔ اس ضمن میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کردہ جماعت اور پھر اس میں خلافت کے قیام کی اہمیت و ضرورت کا ذکر کیا جس کے نتیجے میں آج دنیا میں تبلیغ اسلام ہو رہی ہے۔

اس بنگالی تقریر کے بعد کلام محمود میں سے ایک نظم مکرم میاں نصیر احمد صاحب باقی نے سنائی۔ آخر میں صدر جلسہ مکرم جناب مولوی بشیر احمد صاحب فاضل ایچی نے خلافت پر تقریر کی۔ آپ نے فرمایا کہ خلیفہ عربی زبان میں جانشین کو کہتے ہیں۔ اور مذہبی اصطلاح میں نبی کا روحانی جانشین خلیفہ کہلاتا ہے۔ جو نبی کے لائے ہوئے مشن کی تکمیل کرتا ہے۔ اگر نبوت اصل ہے تو خلافت اس کا تتمہ ہے۔ سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے اس نظام خلافت کے قیام کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ یہ وعدہ اولاً خلافت راشدہ کے قیام کے رنگ میں پورا ہوا۔ اور اب پھر خلافت احمدیہ کے اجراء سے پورا ہو رہا ہے۔ دراصل خلیفے خدا بناتا ہے انسانوں کے بنائے ہوئے خلیفے بھی کوئی خلیفے ہوتے ہیں اس کے متعلق آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو اندرونی فتنہ بعض حضرات کی طرف سے اٹھا تھا۔ اور آپ نے جو تقریر منکرین خلافت کے سامنے کی تھی۔ اس کو پیش کیا اس کے علاوہ خلافت اولیٰ کے بعض اہم واقعات بتانے کے بعد آپ نے ثابت کیا کہ خلیفہ خدا بناتا ہے۔ اور جس کو وہ اس منصب پر قائم کر دے تو وہ شخص خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ خلیفہ ہوتا ہے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت اس کو معزول نہیں کر سکتی۔ اس سلسلے میں آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی بعض اہم تقاریر کے اقتباس پیش کئے۔ جو آپ نے متعدد مرتبہ منکرین خلافت کے اندرونی فتنہ کے موقعہ کی تھیں اس کے بعد آپ نے خلافت ثانیہ کے زمانہ میں مخالفین احمدیت کی طرف سے پیدا کردہ بعض شورشوں کا ذکر کیا اور بالخصوص پیغامیوں کے فتنے کی تفصیل بتائی۔ حضرت امیر المومنین کے زریں عہد خلافت میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی سرگرمیوں کا ذکر کیا کہ یہ سب خلافت کی برکات سے حاصل ہوئیں آخر پر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کاملہ و عاجلہ اور کام کرنے والی زندگی کے لئے دعا کی تحریک کی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے امام کی روحانی رہنمائی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اور برکت حاصل کرنے کی توفیق دے۔ بعد دعا یہ جلسہ بخیر و خوبی ختم

قادیان والوں سے پوچھو قادیان والے کی شان

(بقیہ صفحہ ۲)

سے انکار نہیں کر سکتا کہ قادیانی "احمد رسول" سے مراد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کی ذات ہے۔ جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام "محمد" تھا بے شک صفاتی نام احمد تھا۔ مگر فنا فی الرسول کا مقام حاصل کر لینے کے نتیجہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ذاتی نام احمد رکھتے ہوئے ظلیت کے رنگ میں صفاتی نقطۂ نگاہ سے آپ "احمد" بن گئے۔ چنانچہ الہامات الٰہیہ میں حضور علیہ السلام کو "یا احمد" کہہ کر ہی پکارا گیا۔ اور اپنی جماعت سے "احمد" ہی کے نام پر بیعت لی ہے۔ ان حالات میں کیا یہ تعجب انگیز بلکہ سراسر واقعات کے خلاف بات نہ ہوگی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے "احمد رسول" کا مصداق ہونے سے انکار کیا جائے!! خیر مبائعین کی اس غلطی پر متنبہ کرتے ہوئے حضرت قاضی اکمل صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے

نام پر احمد کے بیعت ہے مگر احمد نہیں
یہ مریدوں کیلئے ہے ایک طرفہ ماجرا

غرض یہ ہے مختصر خاکہ غیر مبائعین کی ان مذموم مساعی کا جو گزشتہ ۵۱ سال سے جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مگر کوشش کے باوجود وہ حضور کے اعلیٰ مقام و مرتبہ کو کم کر سکنے میں قطعی طور پر ناکام و نامراد رہے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے جو قادیان میں یکے از دیں کو ایک نور عطا کیا ہے جو سمرد کر رکھا ہے ان میں سے ایک ایک حقدار کو مستاں غالی سے بخوبی واقف و آگاہ ہے۔ اور بر کی صبح و شام تبلیغ کرتا ہے۔ سچ فرمایا حضرت قاضی اکمل صاحب نے

قادیاں والوں سے پوچھو قادیاں والے کی شان
ہم سے بڑھ کر کون ہے ہادی کو اپنے جانتا

لازمی چندہ جات کی فرضیت

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ چندہ عام، حصہ آمد اور چندہ جلسہ سالانہ جماعتی طور پر لازمی اور ضروری چندے ہیں۔ اور سب سے مقدم ہیں۔ کیونکہ ان کی بنیاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی ہے۔ اور ان میں باقاعدگی کے لئے حضور تاکید کرتے ہوئے یہاں تک فرماتے ہیں کہ

"جو شخص تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرے گا
اس کا نام سلسلہ بیعت سے کاٹ دیا
جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی مغرور
اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں
اس سلسلہ میں ہرگز نہ رہ سکے"

گویا تین ماہ تک چندہ نہ دینے والے کے متعلق حضور علیہ السلام کا اس قدر انذار ہے کہ وہ سلسلہ بیعت سے کٹ جاتا ہے۔ چہ جائیکہ جو شخص اس سے زیادہ کئی ماہ یا کئی سال سے چندہ کا تارک یا لیف یادار ہو۔ ایسا شخص اپنے متعلق خود غور کر سکتا ہے۔ ظاہری طور پر اگر کوئی شخص جماعت سے خارج نہ بھی ہو لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کوتاہی کی پاداش میں اس کا نام سلسلہ بیعت سے کٹ جائے۔ تو یہ امر اس کے لئے ارشاد خداوندی خسر الدنیا والآخرۃ کے مطابق سخت نقصان اور خسران کا موجب ہے۔

ناظر بیت المال قادیان

دو اختتام پذیر ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک
خاکسار سید بشیر الدین احمد
مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم کلکتہ

خبریں

نئی دہلی ۷ رجون۔ پردھان منتری شری لال بہادر شاستری نے یوگوسلاویہ کی خبر رساں ایجنسی تن یگ کے نامہ نگار کے ساتھ ایک انٹرویو میں بتایا کہ وہ جولائی کے آخری ہفتہ میں یوگوسلاویہ جائیں گے ان سے پوچھا گیا کہ پردھان منتری کے طور پر وہ اپنے عہدہ کے پہلے سال کے کام کا کیا جائزہ لیتے ہیں۔ اس کے جواب میں شری شاستری نے کہا کہ یہ سال کئی لحاظ سے اہم آزمائشوں اور چیلنج کا سال رہا۔ شری نہرو کی مرتیو پر دیش جو پہلے مایوسی سے ... ہی تھی لیکن پھر یہ احساس کیا جانے لگا کہ دیش کی بہتری کا کام پہلے جیسے جوش و خروش سے جاری رہنا چاہیئے۔ مجھے یہ چیلنج ہر یہ کام کرنے کے لئے کیا گیا۔ ہمیں کئی مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں سے کئی بہت تشویشناک تھے لیکن ہم ان سے نپٹنے اور ان پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ مجھے پورا بھروسہ ہے کہ بھارت آگے بڑھے گا اور اپنے نشانے حاصل کرے گا

بمبئی ۷ رجون۔ مرکزی وزارت خزانہ کے انفورسمنٹ ڈائرکٹوریٹ کے سٹاف نے آج وسطی بمبئی میں ایک فلیٹ پر چھاپہ مار کر ۲ لاکھ روپے کے کرنسی نوٹ برآمد کئے۔ چھاپہ کے دوران چند قابل اعتراض دستاویزات بھی ملیں جن سے پتہ چلا کہ غیر ممالک کی پارٹیوں کی ہدایات پر بھارت میں ادائیگیاں کی گئیں۔

نئی دہلی ۷ رجون۔ آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ پاکستانی فوجیں گذشتہ سنیچروار ترکے کارگل سیکٹر میں جنگ بندی لائن پار کر کے بھارتی علاقہ میں داخل ہو گئیں مگر بھارتی جوانوں نے انہیں مار بھگایا۔ بھارتی فوجوں نے مورچہ لیا اور گولی کا جواب گولی سے دیا۔ بتایا گیا ہے کہ پاکستانی فوجیں اپنے پیچھے گیارہ لاشیں چھوڑ گئیں بھارتی جوانوں نے دو پاکستانی فوجی بھی پکڑ لئے ان میں سے ایک کی بعد ازاں ہسپتال میں موت ہو گئی بتایا گیا ہے بھارتی علاقہ میں گیارہ پاکستانیوں کی لاشوں کے علاوہ جنگ بندی لائن کے پار دو پاکستانی مردہ یا زخمی حالت میں پڑے تھے چند بھارتی فوجی بھی زخمی ہو گئے۔

نئی دہلی ۷ رجون۔ صوبوں کے ہوم منسٹروں کی دو روزہ کانفرنس آج شام ختم ہو گئی۔ یہ کانفرنس صبح آدھ گھنٹہ، وہ بعد دوپہر تقریباً ڈھائی گھنٹے جاری رہی۔ اس میں پہلے ملک کی سرحد کی حفاظت کے لئے ایک مربوط اور مرکزی ماتحت والی حفاظتی جمعیت کا مسودہ فاکہ ... کیا گیا اور اس کی منظوری دی گئی ان جمعیت کے سلسلہ میں تفصیل مرکز میں چھوڑ دی گئیں۔ اس سکیم کے تحت تمام ریاستی جمعیتوں کی جو اس وقت صوبائی کنٹرول میں ہیں ایک مرکزی کمان ہو گی اس سکیم کی مخالفت صرف مغربی بنگال سرکار کی طرف سے کی گئی

سری نگر ۷ رجون۔ مرکزی وزیر تعلیم شری محمد کریم چھاگلہ نے دہلی کو روانگی سے پہلے یہاں ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ کشمیر کے لوگ بھارت پر کسی بھی نئے پاکستانی یا چینی حملہ کو ناکام بنانے کے لئے متحدہ طور پر تیار ہیں مجھے یقین ہے کہ سرحدوں پر چین اور پاکستان کی کسی فوجی نقل و حرکت سے کشمیری مرعوب نہیں ہوں گے کشمیر بھارت کے سیکولرازم کی حقیقی گارنٹی ہے۔ کیونکہ ہندو سکھ اور مسلمان یہاں یکساں ہیں۔ شری چھاگلہ نے کہا کہ شیخ عبداللہ کی نقل و حرکت کو محدود کرنے کے فیصلہ پر مرکزی سرکار مضبوطی سے قائم ہے۔ بیشک ہر شخص کو اظہار رائے کی آزادی ہے۔ سرکار کسی شخص کو چاہے اس کا مرتبہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو دیش کی آزادی خطرہ میں ڈالنے کی اجازت نہیں دے گی۔ پچھلے سال ہم نے شیخ عبداللہ کو رہا کر کے درست کاروائی کی تھی۔ کیونکہ ہم انہیں بدلتے ہوئے زمانہ کے ساتھ بدلنے کا موقع دینا چاہتے تھے۔ انہیں تمام سہولیات دی گئیں۔ وزیر اعلیٰ کشمیر مسٹر صادق نے انہیں بڑی ڈھیل دی۔ حالانکہ اگر میں مسٹر صادق کی جگہ ہوتا۔ تو کبھی ایسا نہ کرتا لیکن شیخ صاحب نے ان مراعات کا ناجائز فائدہ اٹھایا وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے اور بھارت کے باہر اس کے دشمنوں کے ساتھ گانٹھ سانٹھ شروع کر دی۔

نئی دہلی ۷ رجون۔ پردھان منتری شری لال بہادر شاستری نے آج عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد کے طلبار کے ایک گروپ سے جو ان کے ساتھ بات چیت کے لئے دہلی آیا تھا۔ خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی طرف سے جو سرحدی مشکلات اور صورت حال پیدا کر دی گئی ہے اس میں ہمیں بہت زیادہ ہوشیار اور چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے کہا کہ ہم پاکستان کے ساتھ تمام مسائل پر امن طور پر حل کرنے کے خواہاں ہیں لیکن بدقسمتی سے پاکستان یہ نہیں چاہتا۔ اس وجہ سے ایسی حالت پیدا نہیں ہوئی جس میں جھگڑے کے پرامن طور پر سلجھانے کی امید ہو ان حالات میں سب کا فرض ہے کہ وہ دیش کی اکھنڈتا اور یکجہتی کی رکھشا کریں اور ملک کو مضبوط بنانے کی کوشش کریں۔ آپ نے کہا کہ سرحدوں پر خطرہ اب بھی بنا ہوا ہے

نئی دہلی ۷ رجون۔ پردھان منتری شری شاستری نے ایک بار پھر واضح الفاظ میں اعلان کیا ہے کہ جب تک پاکستانی فوجیں رن کچھ میں کنجر کوٹ۔ بیار بیٹ اور پوائنٹ نمبر ۸۴ کی چوکیوں کو خالی نہیں کرتیں بھارت سرکار مفاہمت کی کوئی بات چیت شروع نہیں کرے گا۔

بمبئی ۷ رجون۔ مرکزی کسٹم حکام نے کل صبح بمبئی سے احمدآباد جانے والی سڑک پر ایک تیز رفتار کار کا پیچھا کر کے اس کار کو روک لیا۔ اور اس کی تلاشی لینے پر لگ بھگ ۲ لاکھ روپیہ کی سمگل شدہ گھڑیاں سونا اور ہیرے برآمد کئے۔ اور کار میں سوار دو اشخاص کو گرفتار کر لیا۔

منالی ۷ رجون۔ آمدہ اطلاع کے مطابق بمبئی کی ایک کوہ پیما ٹیم ۱۹۶۸۷ فٹ اونچی چوٹی ... کو سر کرنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ اس ٹیم کے ۷ ممبران تھے۔

ایتھنز ۷ رجون۔ بھارت کے اپ راشٹر پتی ڈاکٹر ذاکر حسین یونان کے پانچ دن کے سرکاری دورہ پر کل یہاں پہنچے۔ ہوائی اڈہ پر یونان کے وزیروں افسروں۔ بھارتی سفیر شری آر ایس منی نے آپ کا استقبال کیا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین ۸ رجون کو شاہ یونان سے ملیں گے۔

۱۰-۱۱ جولائی ۱۹۶۵ء کو کانپور شہر میں صوبائی تبلیغی کانفرنس

صوبہ اترپردیش (یو۔پی) کی احمدی جماعتوں کیلئے ضروری اعلان

احباب جماعت احمدیہ اترپردیش کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ جلسہ سالانہ ۱۹۶۴ء کے موقعہ پر احباب جماعتہائے احمدیہ اترپردیش کی صوبائی کانفرنس کے انعقاد کی جو تجویز رکھی گئی تھی، اسے نظارت ہذا نے منظور کر لیا ہے یہ صوبائی کانفرنس امسال مورخہ ۱۰، ۱۱ رجولائی کو کانپور شہر میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے

مرکز کی طرف سے حسب ذیل علماء کرام انشاء اللہ اس کانفرنس میں شرکت کریں گے

۱۔ مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی فاضل انچارج تبلیغ کلکتہ

۲۔ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل انچارج مبلغ دہلی

۳۔ مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب فاضل انچارج مبلغ بمبئی

یو۔پی کے احمدی احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہو کر اس کانفرنس کو کامیاب بنائیں اور ابھی سے اس کی تیاری شروع کر دیں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان